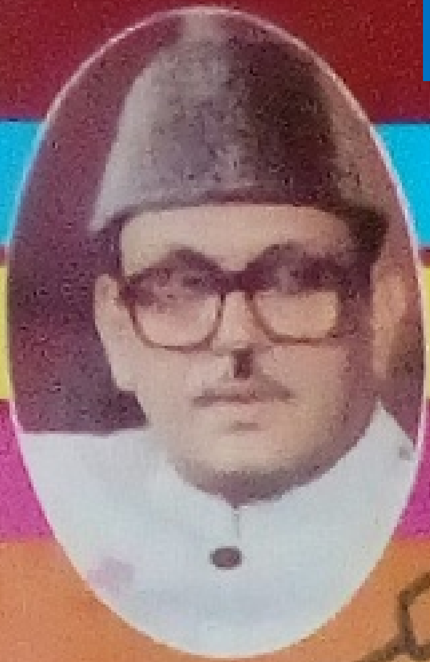
ہفت روزہ

احوال کراچی

۷ تا ۱۳ جون ۹۰ء



وی پی سنگھ
کو کس نے ضمانت دی؟

سندھ میں را کے ایجنٹوں کی تخریب کاری

پاکستان بچاؤ تحریک

الطاف حسین کا مذاکرات سے انکار

عورت کی حکمرانی۔ ایک اسلامی نقطۂ نظر

پروفیسر مشیر الحق، وائس چانسلر سری نگر یونیورسٹی کشمیر کی ایک معرکتہ الآرا تحریر!

۴۳ سال پہلے مسلمانوں کا ہندوؤں کے ہاتھوں قتلِ عام





جمعیت علما پاکستان کی امن مذاکراتی ٹیم کی تجاویز

کیا جی ایم سید کے مقاصد پورے ہو گئے؟

- اگر ایک فرد کو قتل کیا تو پوری انسانیت کو قتل کیا
- اگر ایک فرد کو بچایا تو پوری انسانیت کو بچایا

— مولانا نورانی کی لشکری تقریر —

حیدر آباد میں ترنگا جھنڈا اتر گیا، پاکستانی جھنڈا لہرا گیا!

میرٹھ (بھارت) میں جمہوریت کا جنازہ نکل گیا

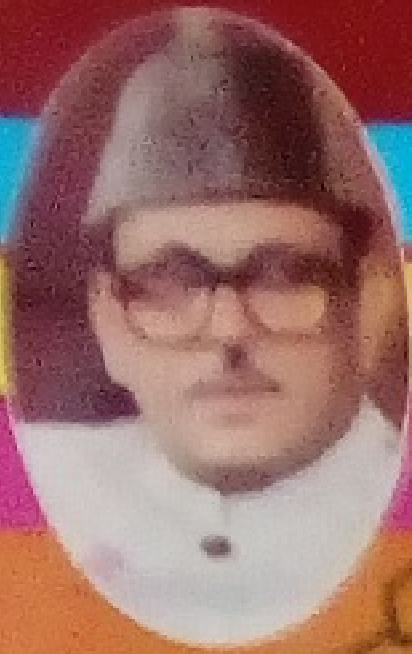
کھربوں روپے کا بجٹ
پاکستان کے غریب عوام کو کیا دے گا؟

ہفت روزہ

احوال

کراچی

۷ تا ۱۳ جون ۹۰ء



پاکستان بچاؤ تحریک

الطاف حسین کا مذاکرات سے انکار

عورت کی حکمرانی۔ ایک اسلامی نقطۂ نظر

پروفیسر مشیر الحق، وائس چانسلر سری نگر یونیورسٹی کشمیر کی ایک معرکۃ الآرا تحریر!



۴۳ سال پہلے مسلمانوں کا ہندوؤں کے ہاتھوں قتلِ عام



جمعیت علماء پاکستان کی امن مذاکراتی ٹیم کی تجاویز

کیا جی ایم سید کے مقاصد پورے ہو گئے؟

اگر ایک فرد کو قتل کیا تو پوری انسانیت کو قتل کیا

اگر ایک فرد کو بچایا تو پوری انسانیت کو بچایا

مولانا نورانی کی فکر انگیز تقریر

حیدرآباد میں ترنگا جھنڈا اُترگیا، پاکستانی جھنڈا لہراگیا!

کھربوں روپے کا بجٹ

پاکستان کے غریب عوام کو کیا دے گا؟

میرٹھ (بھارت) میں جمہوریت کا جنازہ نکل گیا

ہفت روزہ

احوال

کراچی

جلد (۲) شمارہ (۳)

اشاعت: ۷ تا ۱۳ جون ۹۰ء

قیمت: ۶ روپے

ایگزیکٹو ایڈیٹر: **محمد احمد صدیقی** مدیر اعلیٰ: **ابو جنید**

8

اس شمارے میں

نائب مدیر: راؤ توفیق احمد

مدیر منتظم: محمد عثمان خان نوری

مجلسِ ادارت

ڈاکٹر طلحہ صدیقی

ڈاکٹر جاوید اختر

رئیس الرحمٰن

انتظامیہ

جنرل منیجر: اشتیاق احمد نورانی

سرکولیشن: محمد نعیم

اشتہارات: محمد عقیل پاشا

فوٹو گرافر: محمد احمد

اندرونِ ملک نمائندے

اسلام آباد: اکرام قریشی

لاہور: ایوب ندیم

ملتان: محمد ارشد خرم

حیدرآباد: محمد حسین قریشی

کوئٹہ: مولانا حبیب احمد

پشاور: ع/ع خٹک

بیرونِ ملک نمائندے

برطانیہ: محمد غفور — سعودی عرب: گلزار احمد

امریکہ: محمد جنید صدیقی

متحدہ عرب امارات: محمد رفیق

زرِ تعاون سالانہ

پاکستان	۳۰۰	روپے
سعودی عرب	۲۰۰	ریال
متحدہ عرب امارات	۲۰۰	درہم
بھارت و بنگلہ دیش	۴۵	امریکی ڈالر
افریقہ و ایشیاء	۵۰	امریکی ڈالر
یورپ	۵۵	امریکی ڈالر
امریکہ و آسٹریلیا	۶۰	امریکی ڈالر

زرِ تعاون پاکستانی کرنسی میں کسی ایسے بینک کی معرفت ارسال فرمائیں جس کی کراچی میں برانچ ہو۔

دفترِ رابطہ

۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر

ریجنسی مال عبداللہ ہارون روڈ، صدر کراچی

فون: ۵۱۲۷۷۵

پبلشر محمد احمد صدیقی نے النور پبلی کیشنز کے تحت نخوشاں پریس کراچی لمیٹڈ سے چھپوا کر ۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر ریجنسی مال، شاہراہ عراق صدر کراچی سے شائع کیا

روشنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔ تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔ اے ایمان والوں نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے۔ دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو۔ اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ کیا ہی برا نام ہے۔ مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔ اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں

سورۂ الحجرات آیت ۱۰-۱۱

(کنزالایمان)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمّت میں زمانۂ جاہلیت کی چار چیزیں ہیں۔ جن کو لوگ نہیں چھوڑیں گے حسب و نسب پر فخر کرنا۔ دوسرے شخص کو نسب کا طعنہ دینا۔ ستاروں کو بارش کا سبب جاننا اور نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے والے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کریں۔ تو انہیں قیامت کے دن گندھک اور خارش کی قمیض پہنائی جائے گی۔ (صحیح مسلم)

اداریہ

الطاف حسین کا مذاکرات سے انکار

اب سندھ کی اُلجھی ہوئی گتھی کیسے سُلجھے؟

صوبہ سندھ آگ و خون میں نہا رہا ہے۔ بالخصوص حیدرآباد اور کراچی ادھر کچھ دنوں سے ظلم و بربریت کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔ لاشوں کے انبار لگ رہے ہیں۔ بے گناہ مسلمان خون میں نہلائے جا رہے ہیں۔ قیامت جیسی افراتفری ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ نہ تو کوئی حکومت ہے نہ ہی کوئی قانون۔ حالات درندگی کی حد سے بھی تجاوز کر چکے ہیں۔ ایک فرد واحد بھی اپنے کو محفوظ نہیں سمجھ رہا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ خود قانون نافذ کرنے والے افراد خوف و دہشت میں مبتلا ہیں اس لئے کہ وہ بھی براہ راست دہشت گردوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ گھنٹوں گولیوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔ مہلک ہتھیاروں کی بھرمار ہے۔ روزمرہ ضروریات کی چیزیں گراں سے گراں تر ہوتی جا رہی ہیں۔ انسانی جانیں گھاس پھوس سے بھی زیادہ ارزاں ہو گئی ہیں۔

حکومت سندھ بار بار اپنے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود امن برقرار کرنے میں ناکام نظر آ رہی ہے۔ بار بار فوج کو مدد کے لئے بلایا جاتا ہے۔ سرحدوں پر دشمن گھات لگائے بیٹھا ہوا ہے۔ ادھر ہم ملک کے اندر ہی ایک دوسرے کی گردن ناپنے پر تلے ہوئے ہیں۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ پاکستان کے بسنے والے اپنی بد اعمالیوں کے سبب ایک تلخ تجربہ سے گزر چکے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں دشمن نے اپنا کام دکھا دیا اور پاکستان کو دولخت کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس عظیم سانحہ کے بعد بھی ہم نے اپنی روش نہیں بدلی اور نہ بدلنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ مارشل لاء اور ایمرجنسی کا مزہ ہم چکھ چکے ہیں۔ پاکستان میں ایک مختصر سے ٹولے کو اس کا ذائقہ بہت پسند آیا آج بھی وہی لوگ اس کا چٹخارہ دوبارہ لینا چاہتے ہیں۔ جمہوریت عام لوگوں کو تو راس آتی ہے ایک مخصوص استحصالی طبقہ کا تحفظ جمہوریت میں ممکن نہیں ہے اسی لئے وہ ہمیشہ اسی فکر میں لگا رہتا ہے کہ جمہوریت کا چراغ گل ہو تاکہ اس کا چراغ روشن ہو سکے۔ مارشل لاء کے طویل دورانیہ نے جو کچھ ہمیں دیا ہے اس کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں۔ سیاست میں پیسہ اور کلاشنکوف مارشل لاء کا ایک ایسا عظیم تحفہ ہے جس سے چھٹکارا آسانی سے ممکن نظر نہیں آتا۔ آمریت اور مارشل لاء کی بقاء اسی میں ہے کہ ملک کے لوگ زبان، نسل، مذہب اور مسلک کی بنیاد پر لڑتے میں الجھے رہیں تاکہ بنیادی معاملات اور مسائل سے توجہ ہٹی رہے۔

پچھلے کئی سالوں سے سندھ میں آگ لگی ہوئی ہے۔

عروس البلاد کی اہمیت ضائع ہو چکی ہے۔ ہزاروں بے گناہ قتل ہو چکے ہیں انہیں حالات میں نومبر ۱۹۸۸ء کا انتخاب بھی عمل میں آ گیا۔ شہری علاقوں میں ایک لسانی تنظیم نے تقریباً ساری نشستوں پر قبضہ کر لیا۔ دیہی علاقوں میں پیپلز پارٹی کو عظیم برتری حاصل ہوئی شروع شروع میں عوام کو یہ تاثر دیا گیا کہ شہری علاقے کے نمائندے حکومت کے ساتھ مل کر کام کریں گے تاکہ امن و امان کا مسئلہ بھی بڑی حد تک حل ہو جائے اور شہری اور دیہاتی باشندوں کو ان

ے جائز حقوق مل سکیں۔ لیکن جلد ہی خوش فہمی کا طلسم ٹوٹ گیا شہری لسانی نمائندوں نے اپنا ناطہ حکومت سندھ سے توڑ لیا۔ اور حکومت پنجاب کی گود میں بیٹھ گئی۔ نتیجہ ظاہر تھا پیپلز پارٹی اور شہری نمائندوں میں محاذ آرائی شروع ہوئی۔

پیپلز پارٹی کی نوجوانوں کی تنظیم پی۔ایس۔ایف اور ایم کیو ایم نیز اے۔پی۔ایم۔ایس او (مہاجر طلباء تنظیم) ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ کہا یہ گیا ایک کی پشت پناہی حکومت سندھ کر رہی ہے دوسرے کی حکومت پنجاب، سندھ میں یہ تاثر تیزی سے پھیلنے لگا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت جانب داری سے کام لے رہی ہے جب تک یہ تاثر عملی طور پر دور نہیں ہو گا۔ مسئلہ کا حل ممکن نہیں ہے سب سے پہلے حکومت کو بلا امتیاز پورے سندھ میں یہ کارروائی کرنی پڑے گی کہ جو بھی مجرم اور دہشت گرد ہے اور ہتھیاروں کا استعمال کرتا ہے اسے ہر حال میں پکڑا جائے ان کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ برتی جائے۔ صوبہ میں دہشت گردی کافی دنوں سے ہو رہی ہے بالخصوص جب سے جمہوریت بحال ہوئی ہے اس میں بجائے کمی کے شدت آگئی ہے۔ لیکن اب تک کسی دہشت گرد کی نہ تو باضابطہ نشاندہی ہوئی اور نہ کسی کو عبرت ناک سزا سنائی گئی۔ پکڑ دھکڑ کی روداد کبھی کبھی اخباروں میں چھپ جاتی ہے۔

سندھ کے رہنے والوں کے مختلف طبقات کے مابین نفرت اتنی شدت اختیار کر چکی ہے کہ بظاہر ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ حکومت کو ایسی حکمت عملی مرتب کرنی چاہیئے کہ یہ نفرت ہمدردی اور بھائی چارگی میں بدل سکے۔ سب سے پہلے آبادی کے مختلف طبقوں کو یہ احساس دلانا لازمی ہے کہ سب کے ساتھ انصاف ہو رہا ہے۔

فوری طور پر امن وامان کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ ہتھیاروں کو پورے سندھ سے بازیاب کیا جائے۔ اس کے لئے مناسب اور مہذب طریقہ کار استعمال کرنا ضروری ہے جس بھونڈے طریقہ پر حیدر آباد میں آپریشن ہوا ہے اسے کسی طرح بھی سراہا نہیں جا سکتا۔ پولیس نے جس بربریت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے روح کانپ جاتی ہے۔ عورتوں اور بچوں کے ساتھ بہیمانہ سلوک فرعونیت اور یزیدیت کی بدترین مثال ہے۔ اب اس کا راستہ یہی ہے کہ اعلیٰ عدالتی تحقیقات کرا کر جو لوگ بھی زیادتی کے ذمہ دار قرار دیئے جائیں انہیں مناسب سزا دی جائے اور متاثرین کو معقول معاوضہ ادا کیا جائے۔

دوسری شکل یہ ہے جیسا کہ سندھ حکومت نے بڑی دیر سے اختیار کیا ہے یعنی مختلف سیاسی جماعتوں اور متحارب گروہوں سے مذاکرات اسی سلسلہ میں چیف منسٹر سندھ کل جماعتی کانفرنس کا ۱۸ جون ۱۹۹۰ء کو انعقاد کر رہے ہیں لسانی تنظیموں کو بھی دعوت دی گئی لیکن اخباری اطلاعات کے مطابق دو اہم لسانی تنظیمیں جئے سندھ اور ایم کیو ایم اس اجلاس میں شرکت نہیں کر رہی ہیں۔ شرکت نہ کرنے کا فلسفہ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایم کیو ایم کے قائد اس وقت لندن کی ٹھنڈی فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں جب کہ ان کی خود ساختہ قوم پر آفت آئی ہوئی ہے وہیں سے بیٹھ کر بیان پر بیان دے رہے ہیں۔

اس کانفرنس میں شرکت سے متعلق انہوں نے تین پیشگی شرائط رکھی ہیں

۱:۔ سندھ میں امن کے قیام کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔

۲:۔ فوج اور پولیس ایم کیو ایم کو مارنے کے لئے استعمال نہ کی جائے۔

۳:۔ حکومت سندھ سانحہ حیدر آباد سے متعلق معافی مانگے۔

جہاں تک پہلے نکتہ کا سوال ہے اسی مناسب انتظام کے لئے حکومت نے کانفرنس کا انعقاد کیا ہے چاہیئے یہ کہ مناسب اقدامات کا مشورہ کانفرنس میں دیں اور جو غیر مناسب اقدامات ہو رہے ہیں ان کی نشاندہی ثبوت وشہادت کے ساتھ کرنی چاہیئے، ورنہ حکومت جو کر رہی ہے اسی کو مناسب تصور کرتی رہے گی۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ فوج اور پولیس ایم کیو ایم کو مارنے کیلئے استعمال نہ کی جائے، حکومت کب یہ تسلیم کرتی ہے کہ وہ ایسا کر رہی ہے شرط رکھنے والوں کو چاہیئے کہ وہ باضابطہ سامنے بیٹھ کر حقائق پیش کریں تاکہ دوسری جماعت کے لوگوں کو بھی پتہ چلے ابھی تو حکومت یہی کہہ رہی ہے کہ ہم دہشت گردوں کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑیں گے خواہ ان کا تعلق کسی لسانی گروہ سے ہو یا کسی سیاسی جماعت سے۔

تیسرا مسئلہ حیدر آباد کا ہے اس کے لئے حکومت کا نقطہ نظر اور ہے ایم کیو ایم اور حیدر آباد کے شہریوں کا اور وزیر اعظم نے بھی حیدر آباد میں پریس بریفنگ کے دوران یہی تصور دیا ہے کہ حکومت کی طرف سے غلطی نہیں ہوتی ہے بلکہ دہشت گردوں کی طرف سے زیادتی ہوتی ہے۔ بہرحال پولیس آپریشن ہوا اس میں کافی جانی ومالی نقصانات ہوئے اس کی بھی صحیح عکاسی کے لئے آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت کرنی چاہیئے تھی تاکہ حقائق سب کے سامنے واضح ہو سکیں اس سلسلہ میں حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہو چکا ہے کہ ہائی کورٹ کے جج کی سربراہی میں ایک — کمیشن سانحہ حیدر آباد کی انکوائری کرے گا لہٰذا اب یہ مطالبہ کرنا کہ پہلے حکومت معافی مانگ لے مناسب نہیں معلوم ہوتا بلکہ لوگ یہ سمجھنے پر مجبور رہوں گے کہ ایک لسانی گروہ جسے نمائندگی بھی حاصل ہے حکومت سندھ یا دوسرے متحارب گروہ کا سامنا کرنے سے گریز کر رہا ہے، شہر کے لوگوں نے جذبات میں آکر فیصلہ تو دے دیا اب وہ بیچارے مارے مارے پھر رہے ہیں کوئی رکن صوبائی اور قومی اسمبلی ان کے ہاتھ نہیں لگتا پانی اور صفائی کا قحط پڑا ہوا ہے عام فرد ممبران اسمبلی سے مل نہیں سکتا، خود ممبران اپنی جان بچاتے پھر رہے ہیں، اسمبلی کے اجلاس سے بھی راہ فرار اختیار کئے ہوئے ہیں جمہوری طریقہ تو یہی ہے کہ لڑائی اسمبلی کے فورم پر لڑی جائے لیکن بظاہر ایسا ممکن نظر نہیں آتا۔ جو حالات اندرون سندھ ہو رہے ہیں اس کا کن لوگوں کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے، لاشوں

کہ اس بغاوت میں جو بے گناہوں کا خون ہو رہا ہے اس کا کسے ذمہ دار ٹھہرایا جائے، مسئلہ کے حل کے لئے یہ مطالبہ کر دینا کہ حکومت مستعفی ہو جائے یا صوبے میں گورنر راج یا مارشل لاء نافذ کر دیا جائے، تو بہت آسان ہے لیکن اس کے عوامل اور عواقب پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مسئلہ کا یہ حل نہیں ہے بفرض محال موجودہ حکومت مستعفی ہو جائے اس کا ایک طریقہ ہے، یہی کہ وزیر اعلیٰ استعفیٰ دیدے، پھر کیا ہوگا؟ اسمبلی دوسرا ممبر منتخب کرے گی وہ بھی پیپلز پارٹی کا ہوگا مرکز میں اگر وزیر اعظم استعفےٰ دیدیں دوسرے وزیر اعظم کو قومی اسمبلی اب منتخب کرے گی۔ مطالبہ کرنے والے اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ غالباً خفیہ رائے دہی میں حزب اختلاف کا کوئی فرد منتخب ہو جائے گا۔ موجودہ اراکین اسمبلی سے یہ توقع رکھنا کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے جبکہ حزب اختلاف کو اس کا تجربہ عدم اعتماد کے ووٹ کے دوران ہو چکا ہے۔

اب رہا سوال گورنر راج کا تو گورنر کس کے ذریعہ امن قائم کریگا وہ بھی پولیس اور فوج کی مدد لے گا۔ کوئی دوسری پولیس یا فوج تو نہ ملے گی۔ نہیں پھر کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ ایمرجنسی اور مارشل لاء کا مطالبہ حزب اختلاف کو جو جمہوریت کی دعویدار بنتی ہے زیب نہیں دیتا صرف اس بات کی کوشش کہ کسی طرح موجودہ حکومت ختم ہو اور حزب اختلاف کو اقتدار مل جائے ہوس اقتدار کا شاخسانہ تو ہو سکتا ہے ملک و قوم کی ہمدردی اس سے مراد نہیں لی جا سکتی۔ ہاں اب ایک آخری بات رہ جاتی ہے جس پر عموماً جمہوری ملکوں میں وقتاً فوقتاً عمل ہوتا ہے وہ ہے وسط مدتی انتخابات اس سلسلے حزب اختلاف زیادہ سرگرم نظر نہیں آتی۔ [illegible] نے اس کا عندیہ ظاہر کر دیا تھا۔ پھر یہ کہ موجودہ صورتحال میں انتخابات سے کیا نتائج نکلیں گے۔ اس پر اہل بصیرت و سیاست کو غور کرنا چاہیے۔

بہرحال سندھ کی بگڑی ہوئی گتھی کو کسی نہ کسی طرح سے سلجھانا ہے ورنہ خدا نخواستہ پاکستان کی سالمیت ہی داؤ پر لگتی نظر آ رہی ہے اس کے لئے متحارب گروہوں اور حکومت نیز حزب اختلاف کو اپنی انا کے خول سے باہر آ کر مذاکرات کی میز پر بیٹھنا چاہیئے اور صوبے کے مختلف طبقات کے درمیان افہام و تفہیم کے لئے قابل عمل اصول طے کرکے انہیں عملی جامہ پہنانا چاہیئے۔

دوسرے یہ کہ ہر گروہ کے دہشت گردوں سے سختی سے نمٹنا چاہیئے کسی قیمت پر بھی کسی دباؤ کے تحت ان کے ساتھ رعایت نہیں برتنی چاہیئے۔

تیسرے یہ کہ حکومت مہم وسیع کرکے پورے صوبے سے ناجائز اسلحہ کو بازیاب کرنا چاہیئے خواہ اس کے لئے حکومت کو سخت اقدامات ہی کیوں نہ کرنے پڑیں۔

چوتھے یہ کہ بھارتی مداخلت کو روکنے کے لئے بارڈر کی کڑی نگرانی کرنی چاہیئے بلکہ بارڈر کو بند کرکے کرفیو لگا دینا چاہیئے

پانچویں یہ کہ سندھ میں بسنے والی معزز شخصیات کو جن میں علماء، سیاست دان اور دانشور ہر طبقے سے شامل ہوں، سندھ میں بھائی چارگی اور امن کے لئے مل کر دورہ کرنا چاہیئے اور لوگوں کے دلوں سے شکوک و شبہات دور کر کے انہیں اسی طرح مل کر رہنے کی تلقین کرنی چاہیئے جیسے وہ پاکستان بننے کے وقت سے رہتے آ رہے ہیں۔

لسانی تنظیموں کو ایسے کام کرنے سے باز رکھنا ضروری ہے جن سے نفرت اور دشمنی کو فروغ حاصل ہو۔ اگر وہ باز نہ آئیں تو پھر ایسے لوگوں کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کرنی چاہیئے جو پاکستان کے آئین اور نظریہ پاکستان کے تحت فیصلہ کرے کہ آیا ایسی تنظیموں کو ان کے موجودہ منشور کے مطابق کام کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے یا نہیں۔

آخر میں چند ایسی چیزیں ہیں جن پر عمل کرنے سے حکومت پر ہر طبقہ کا اعتماد بڑھے گا۔ مثلاً جب تک کوٹہ سسٹم نافذ ہے اس پر سختی سے غیر جانبدارانہ طور پر عمل کرنا، تاکہ شہر اور دیہات کے لوگوں کو یہ یقین ہو کہ ان کے ساتھ انصاف ہو رہا ہے۔

کراچی کی طرح حیدرآباد شہر کے بعض کالجوں میں پوسٹ گریجویٹ کلاسز کا اجراء۔

نواب شاہ گرلز کالج کے طرز پر کراچی میں عباسی شہید ہسپتال سے ملحق ایک گرلز میڈیکل کالج قائم کرنا۔

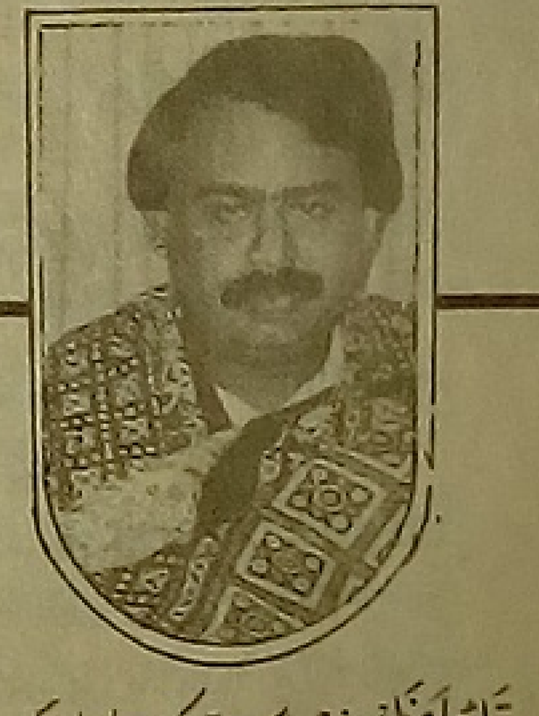
پیپلز پروگرام کے لئے جو رقم رکھی گئی ہے اس کا فائدہ صوبہ میں بسنے والے ہر طبقہ کو ہونا چاہیئے۔

دوران تخریب کاری اور دہشت گردی کی روک تھام کے سلسلے میں محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنے اس عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ کسی حالت میں دہشت گردوں اور معاشرہ کے ناپسندیدہ افراد کو نہیں چھوڑیں گی۔ محترمہ بے نظیر نے کہا کہ صوبہ سندھ میں "مجیب الرحمٰن" پیدا ہو گیا ہے۔ ان کا مطلب کیا تھا اور وہ کس کو "مجیب الرحمٰن" کہنا چاہتی تھیں یہ تو اب تک مخفی ہے۔ اس لئے کہ مجیب الرحمٰن کا کردار صوبہ سندھ میں ساری قوم پرست جماعتیں ادا کر رہی ہیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کے اس ریمارکس کو ان قوم پرستوں نے بھی ہضم کر لیا جو برملا یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کو ٹوٹ جانا چاہیئے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ چور کی داڑھی میں تنکا۔ ایم۔کیو۔ایم نے فوری طور پر ردعمل کا اظہار کیا اور محترمہ بے نظیر بھٹو کو "اندرا گاندھی" کا خطاب دیا۔ اس بدحواسی پر جتنا رویا جائے کم ہے۔ "اندرا گاندھی" دنیا کے سب سے بڑے جمہوری ملک کی وزیر اعظم رہی ہیں۔ ان کو پاکستان کے توڑنے میں "پدم بھوشن" جو ہندوستان کا سب سے بڑا اعزاز ہے اُن کو قوم نے عطا کیا ہے "اندرا گاندھی" پاکستانیوں کے لئے کتنی ہی قابل نفرت کیوں نہ ہوں لیکن اپنی قوم کے لئے ہر دلعزیز ہیں۔ ایم۔کیو۔ایم نے بے نظیر کو "اندرا گاندھی" کہہ کر ان کو ایک عظیم لیڈر بنا دیا اور محب وطن قرار دے دیا۔ یہی کمال ہے [illegible] پاس کے بچگانہ سیاستدانوں کا۔

کیا جی ایم سید کے مقاصد پورے ہوں گے؟



جو کام میں نہ کرسکا اسے لڑکے نے کر دکھایا



قائد اعظم نے جی ایم سید کی مسلسل حکم عدولیوں اور پارٹی ڈسپلن کی متواتر خلاف ورزیوں سے تنگ آکر انہیں مسلم لیگ سے خارج کر دیا تھا، خارج کرتے ہوئے انہوں نے جی ایم سید کے متعلق ایک تاریخی جملہ کہا تھا

"TREACHERY THY NAME IS SYED"

(غداری تیرا دوسرا نام سید ہے) یہ ریمارک بابائے قوم کے ہیں، خالق پاکستان کے ہیں، اس رہبر اور رہنما کے ہیں جس نے رات دن کی انتھک محنت کرکے مسلمانوں کی غلامی کی زنجیر کو کاٹ دیا، قائد اعظم کی بصیرت اور ان کی مردم شناسی کی جتنی بھی پذیرائی کی جائے کم ہے، آج بھی جی ایم سید پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بھرپور کوشش میں مصروف ہیں جی ایم سید نے قائد اعظم کے اس ریمارک کو اپنے سینے پر لکھ لیا اور پاکستان کی سلامتی کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں مرحوم آغا خان سلطان محمد شاہ نے جب جی ایم سید سے کہا کہ جناح اب مر چکے ہیں وہ اسباب کو بھول جائیں تو جی ایم سید نے جواب دیا کہ اس بات کو تو میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا اور مجھے معلوم ہے جناح "مرے" نہیں "زندہ" ہیں جب تک پاکستان قائم ہے جناح "مر نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قائد اعظم" کے نام کو مٹانے کے لئے جی ایم سید پاکستان کو مٹانے پر تُلے ہوئے ہیں۔

سندھ آج ایک دہکتا ہوا لاوا ہے، نفرتوں کی چنگاری

محمد احمد صدیقی

نے سندھ کے شہری اور دیہی علاقوں میں نہ جانے کتنے خرمنوں میں آگ لگا دی ہے سندھ صوفیائے کرام کی دھرتی ہے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی، حضرت شہباز قلندرؒ اور حضرت سچل سرمستؒ کے پیغاموں کی آماجگاہ ہے ان صوفیائے کرام کا پیغام رنگ و نسل زمین و زبان سے ماورا ہے ان کا پیغام پتھر جیسے دل رکھنے والوں کو بھی موم کر دیتا ہے، محبت کے راگ ان میں بھی بکھیر دیتا ہے سائیں جی ایم سید کا تعلق بھی ایک صوفی گھرانے سے ہے جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا تعلق سندھ سے ہے جہاں کے صوفیا نے اس برصغیر کو ایک عظیم پیغام دیا تو آپ پھر پاکستان میں محبت اور اخوت کا درس کیوں نہیں دیتے، جی ایم سید نے جواب دیا "پاکستان کی تخلیق نفرت پر ہے" اس لئے میں "نفرت" کے آتش نشاں کو مٹا دوں گا جب ان سے پوچھا گیا کہ "پاکستان کا مستقبل کیا ہوگا" تو انہوں نے جواب دیا، "پاکستان اور بھارت متحد ہو جائیں گے" پیر سائیں نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ پیر پگارا نے مجھے سلام بھجوایا تھا کہ کیا تم ایک مرتبہ پھر ہندوؤں کی غلامی میں آنا چاہتے ہو" - "میں" نے انہیں پیغام بھیجا کہ "کہاوت ہے کہ گدھے کی لات کھانے سے بہتر ہے کہ آدمی ہاتھی کی لات کھائے" یہ ہیں وہ خیالات جن پر جی ایم سید کار بند ہیں۔

جب ان سے کنفیڈریشن کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کنفیڈریشن کے متعلق کئی نقطہ ہائے نظر ہیں ان میں سے ایک عطاء اللہ مینگل کا ہے کہ بلوچیوں اور سندھیوں میں کنفیڈریشن ہونا چاہیئے" "میں" کہتا ہوں یہ بعید از قیاس ہے کیونکہ ہمیں یہ کون حاصل کرکے دے گا؟ جب تک پاکستان نہ ٹوٹے یہ ممکن نہیں، جی ایم سید نے

• جب تک پاکستان زندہ ہے "جناح" بھی زندہ ہے! پاکستان ختم "مرے" گا تو جناح "بھی مرے گا • پورے قاسم کا نام داہر پورے ہوگا!

ـــ ایک موقع پر بیان دیا تھا کہ اگر پاکستان بھارت اور روس میں جنگ ہے جب جنگ ہو تو اس وقت ہمیں سندھی کی یہ بات ذہن میں رکھنا ہوگی کہ ہمیں بھارت کا ساتھ دینا ہے اس سلسلے میں میرا آدمی دہلی گیا تھا اور وہیں والوں سے ملا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا اور یہ جواب دیا تھا کہ ہم بھی چاہتے ہیں ہم صرف دہلی کام کرتے ہیں اس میں ہمیں اندازہ ہوتا ہے دہلی جو شخص گیا تھا اس کو میں نے بھیجا تھا۔

جی ایم سید فرماتے ہیں۔ ہمیں خبر ہے کہ پنجاب میں لوگوں کی تعداد کے مطابق روزگار حاصل نہیں اور پنجاب میں بے جو افراد کی اکثریت ہے اسلئے فوج میں افراط کی ضرورت ہے لیکن موجودہ حالات میں پنجابیوں کے لیے بہتر راستہ یہ ہے کہ وہ اپنے ملک پنجاب کو آزاد اور خود مختار وطن بنائیں مثلاً سندھ، بلوچستان، پختونستان کو آزاد ہونے دیں پنجاب کو آزاد کرنے کے بعد پنجابی بھی زبان و ثقافت کلچر اور اقتصادی مفاد کی ترقی کے لئے کام کر سکتے ہیں، پھر بلوچ بھی خوشی کے ساتھ پنجاب کے تعلیم یافتہ ـــ نوجوانوں کو فوج، کارخانوں اور ملازمتوں میں کھپا سکتے ہیں۔ سندھی خوشی کے ساتھ بہتر سپاہی اپنے پاس رکھ سکتے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ ہزار سال پہلے پنجابی ہجرت کر کے سندھ میں آباد ہوئے ہیں انہوں نے سندھی زبان و ثقافت اختیار کی ہے۔ سندھ میں پنجابی ثقافتی و تہذیبی طور پر مدغم ہوئے ہیں یہ سب کچھ رضاکارانہ طور پر ہوا تھا۔ آئندہ سندھ آزاد ہونے کے بعد بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ باہمی سمجھوتے کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھ لینا چاہیئے کہ کوئی بھی باغیرت سندھی پنجابی ـــ سامراجیت کے ماتحت رہنے کو تیار نہیں ہے سندھی پنجابی مفاد پرستوں کو سندھ کو کالونی بنانے کی اجازت نہیں دیں گے۔

پر مسلمان ملک خود آزاد ریاست میں رہ کر باہمی تعاون اور بقائے باہمی کی بنیاد پر ایک اتحاد میں شریک ہو سکتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے عرب ممالک عرب لیگ یورپی منڈی، افریقہ کے ممالک افریقہ کے اتحاد کی تنظیم کی صورت میں اپنے دائروں میں رہ کر ایک دوسرے کے نزدیک آسکتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ آزادی ملنے کے بعد سامراج کے یادگاری نشانات مٹائے گا۔ مثلاً جیکب آباد جیسے آباد نشیمن آبادیں، بندرگاہیں، راستوں، لائبریریوں، بلڈنگوں وغیرہ کے نام سے سندھ دشمن لوگوں، احمد

شری جے رام داس لیاقت علی سے اچھا تھا

شاہ ولی اللہ، محمد تغلق، محمود غزنوی، جناح، لیاقت علی خان، محمد بن قاسم کے نام پر اگر سندھیوں کے سینے میں انگارے جھونکتے ہیں، ان ناموں کو تبدیل کر دیا جائے گا، قاسم پورٹ کا نام داہر پورٹ ہوگا اور راجہ داہر کے مجسمے سندھ کے اہم مرکزوں میں لگائے جائیں گے، نفاذ سندھ جناح کو پنجابی اللہ اسلام کا علمبردار بنا کر ہیرو کے ڈھونگ زیادہ عرصے تک نہیں چل سکے گا۔

سمجھوتے کی شرائط

مہاجروں اور پنجابیوں سے باہمی سمجھوتے کے متعلق ہم نے نہایت غور کیا ہے اور مندرجہ ذیل تجاویز

پاکستان کا بچنا
اب ناممکنات
میں سے ہے

کی بنیاد پر ہی سندھیوں کے ساتھ مفاہمت ممکن ہے

۱۔ مہاجر اور پنجابی جو قومیت کے مسلمان نظریئے کو خیرباد کہہ کر سندھی قوم میں لسانی اور ثقافتی بنیاد پر مدغم ہو جائیں۔

۲۔ مہاجر اور پنجابی پاکستان کو ختم کرنے اور سندھو دیش قائم کرنے میں ہماری مدد کریں۔

۳۔ گھر اسکول میں اردو زبان پڑھ اور لکھ سکتے ہیں لیکن سندھی کو واحد قومی زبان بنانے کے لئے رضامند ہوں۔

۴۔ اسلامی آئین، اسلامی نظام حکومت، پین اسلام ازم ایسی باتیں چھوڑ کر سندھ میں سیکولر ریاست کے قیام کے لیے سندھیوں کے ساتھ جدوجہد میں شریک ہوں۔

۵۔ بھارت دشمنی چھوڑ کر ایشیائی اتحاد کی خاطر بھارت بنگلہ دیش، سندھو دیش، افغانستان ... و دیگر ممالک کو روحانی اقدار کا ملک سمجھیں اور ان کے اتحاد سے مغربی تہذیب کے نجات دہندہ جیش اول روس سے سمجھوتے کے لئے تیار ہوں۔

۶۔ سندھ کی بین الاقوامی تبلیغ پر یقین رکھیں اور سندھی قومیت کے نظریئے کی تکمیل میں ہمارے ساتھ تعاون کریں۔

ممکن ہے کہ درج بالا تجاویز اس لیے نظرانداز کر دی جائیں کہ آپ کے دماغوں میں سامراجی غرور گھمنڈ سمایا ہوا ہے اس حالت میں ہم واضح کر دیتے ہیں کہ سندھیوں اور مہاجر پنجابیوں کے مابین مصالحت نہیں ہو سکتی انہیں تاریخ کے تلخ فیصلے کو سننے کے لئے تیار رہنا چاہیئے سندھ تو آپ لوگوں نے پہلے ہی چھوڑ دیا ہے اب بقول جنرل ایوب کے مہاجروں کی جائے پناہ عربی سمندر ہے۔

یاد رکھو کہ قوم پرست سندھی محمد بن قاسم پر راجہ داہر کو ترجیح دیتے ہیں ہم دادا ہیجومل کو سر سید احمد خان سے زیادہ پسند کرتے ہیں اور شری جے رام داس کو لیاقت علی خان سے بہت اچھا اور معقول رہنما سمجھتے ہیں۔

پاکستان کا حکمران طبقہ ہمیشہ سے تاریخ کے سبق کو نظرانداز کرتا رہا ہے اسلئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ پاکستان کی حالت اب اس مریض جیسی ہے جو طویل عرصے سے موت کے بستر پر آخری ہچکیاں لے رہا ہے۔

"پاکستان کا بچنا اب ناممکنات میں سے ہے"

مندرجہ بالا تناظر میں جی ایم سید کے خیالات اور پاکستان سے بغاوت اور پاکستان کو توڑنے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ان کے گھناؤنے پرچار کے بعد بھی جی ایم سید سندھ کے نوجوانوں کو نہ ورغلا سکے اور ان کا یہ فلسفہ سن کے قصبہ کے قریب دریائے سندھ میں غرق ہوتا رہا تاآنکہ انہوں نے سندھ میں بے چینی پیدا کرنے کا نیا منصوبہ تیار کیا۔ سندھ میں خصوصاً حیدرآباد اور کراچی میں پاکستان کے ہر صوبے سے لوگ آکر آباد ہوتے رہے کاروبار چلتا رہا معاشی ترقی ہوتی رہی خوشحالی کا دور دورہ تھا، سندھ بالعموم اور کراچی و حیدرآباد بالخصوص جس قدر معاشی میدان میں ترقی کرتے جاتے تھے جی ایم سید کی منزل اتنی ہی دور ہوتی جا رہی تھی، انہوں نے منصوبہ بنایا کہ کیوں نہ شہر کی آبادی کو تمام دوسرے

لوگوں سے متنفر کر دیا جائے اور پھر اپنا مقصد حاصل کیا جائے، سندھ کے شہری علاقوں میں دینی طاقتوں خاص طور پر جے یو پی اور جماعت اسلامی کا زور تھا اس کو توڑنے کے لیے منظم سازش کی گئی ضیاء الحق بھی انہی دو طاقتوں اور خاص طور پر مولانا نورانی سے خوفزدہ تھے جنہوں نے مارشل لاء کے خلاف آواز اٹھائی اور جمہوریت کیلئے اپنا کردار ادا کیا، ضیاء الحق نے جی ایم سید کو محب وطن قرار دیتے ہوئے انہیں گلدستہ پیش کیا اور مذہبی طاقتوں کو توڑنے کے لئے جال بچھانے یہ سازش کچھ اسطرح شروع ہوئی۔

میرے ایک دوست (جن کا میں نام لینا مناسب نہیں سمجھتا) نے رات دس بجے جی ایم سید کی عیادت کے لئے سول اسپتال تشریف لے گئے، انہیں کافی دیر تک باہر انتظار کرنا پڑا جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے جی ایم سید کی خیریت دریافت کی اور رخصتی چاہی، جب وہ کمرے سے باہر نکل رہے تھے تو جی ایم سید نے انہیں آواز دی اور کہا کہ بڑی مہربانی ہوگی کہ آپ "اس لڑکے" کو اپنی کار میں نمائش تک چھوڑ دیں۔

یہ لڑکا "الطاف حسین" تھا، اور یہ تھی پہلی ملاقات جی ایم سید اور الطاف حسین کی، راز و نیاز کی باتیں ہوئیں منصوبہ بنایا گیا اور پنجابی پختونوں کے خلاف محاذ تیار کیا گیا۔ پنجابیوں اور پختونوں کیخلاف الطاف حسین نے کس قدر زہر گھولا یہ تمام قارئین کو معلوم ہے، تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں لسانی عصبیت کے نام پر نوجوان اکٹھا ہو رہے ہیں اگست ۱۹۸۶ء سے کراچی اور حیدرآباد میں اسلحہ کی سیاست شروع ہوئی جو آج تک جاری ہے ۱۹۸۸ء کے انتخاب میں نوجوان نسل نے اور شہری آبادی کے باشندوں نے اپنے بزرگ ترین

پاکستان ختم کرنے میں
اور سندھو دیش کو
قائم کرنے میں مہاجر پنجابی
ہماری مدد کریں!

سیاستدانوں کو مسترد کر دیا اور ان کی جگہ لونڈے لپاڑوں کو منتخب کر لیا۔ ۱۹۸۶ء سے لے کر ۲ سال تقریباً چھ ہزار نوجوان موت کے گھاٹ اتار دیے گئے ہیں اس وقت حال یہ ہے کہ کوئی کار، کوئی موٹر سائیکل یا دوسری سواری خیریت سے گزر جائے تو راہ گیر کو ایک نئی زندگی ملتی ہے۔

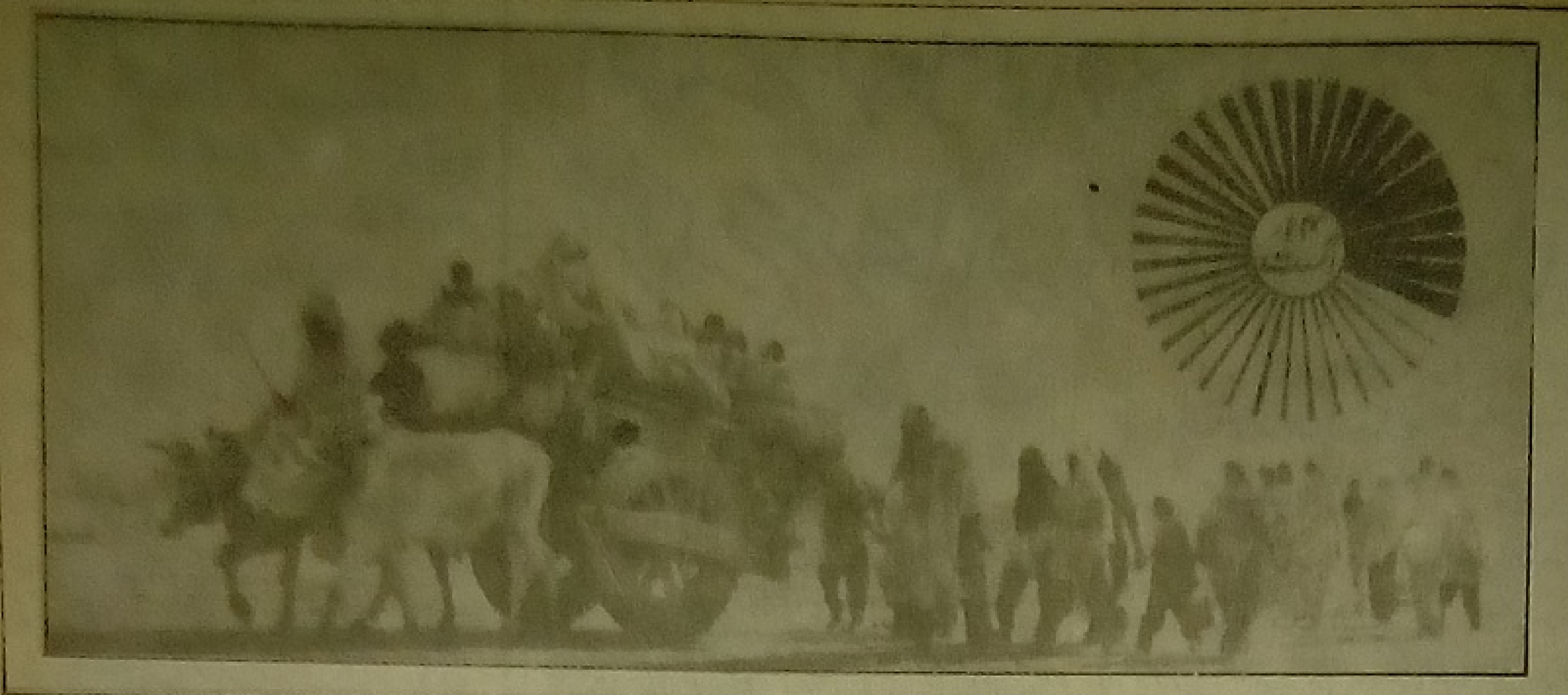
الطاف حسین کی سیاست نت نئے کروٹ بدلتی رہی جن پنجابیوں اور پختونوں کے خلاف انہوں نے محاذ بنایا جن کو انہوں نے "نسوار دھوتی کہاں سے آئی" کے حقیر جملوں سے تمسخر اڑایا انہی کو بعد میں "بھائی" بنایا۔ لسانی جماعتوں کے رد عمل نے صوبہ سندھ کے شہری علاقوں میں ایک اور لسانی تنظیم "پنجابی پختون اتحاد" کے نام سے عمل میں آئی سندھ عصبیتوں کا گڑھ بن گیا پاکستان کمزور تر ہوتا چلا گیا، جی ایم سید کے مقاصد قریب تر ہوتے چلے گئے۔

۱۹۸۸ء کے انتخاب کے بعد جب دینی اور محب وطن جماعتوں کو شکست فاش ہوئی تو جی ایم سید نے بڑے فخر سے کہا "جو کام میں چالیس سالوں میں نہ کر سکا اس لڑکے نے پورا کر دیا اس نے لوگوں کا [illegible] لیا، لیکن عوام کو معلوم ہو چکا شہری علاقوں سے جس دن سے یہ [illegible] ہے ان کا امن و سکون بھی چھن گیا۔ کراچی اور حیدرآباد کے عوام کو اپنے منتخب نمائندوں سے یہ امید تھی کہ وہ اسمبلیوں میں ان کے حقوق کی آواز کو اٹھائیں گے، لیکن ان کو کیا معلوم تھا کہ قوم پرست ظالم پرست بن جائیں گے، کراچی اور حیدرآباد کے عوام مظلوم ہی نہیں مفلوج بھی ہو جائیں گے جنہیں نہ چلنے کے لیے محفوظ راستہ ملے گا اور نہ کام کاج کرنے کے لیے سازگار ماحول میسر ہوگا۔ ہر گلی اور ہر موڑ سے کلاشنکوف کی نالیاں انسانی کھوپڑی تلاش کر رہی ہیں کراچی اور حیدرآباد انسانی لاشوں کے شہر بن گئے لیکن ان کو سیاسی طور پر اور معاشی طور پر کوئی فائدہ نہ ہوا نفرتیں بڑھتی گئیں پہلے پنجابی اور پختونوں کی طرف اور پھر سندھیوں اور بعد میں مہاجر اور مہاجر!

حالیہ فسادات میں جو تباہی مچی ہے اس کا ذکر تاریخ کے اوراق پر ایک بدنما داغ ہوگا، شہری علاقوں میں سندھیوں کو نشانہ بنایا گیا، دیہی علاقوں میں اردو بولنے والوں کی لاشیں گرائی گئیں پھر نقل مکانی شروع ہو گئی، سندھ کے لہلہاتے کھیت خشک ہو گئے وہ پُررونق بازار سنسان ہو گئے سندھ سے نفرتوں اور تباہ کاریوں کا طوفان اٹھ رہا ہے سرحد پر دشمن کی فوجیں کھڑی ہیں بنگلہ دیش کی تاریخ پھر سے دہرائی جا رہی ہے موقع پاتے ہی دشمن سرحدوں کو پار کرنے کی تمنا رکھتا ہے یہ ہی جی ایم سید کی خواہش ہے نفرتیں بڑھا کر لاشیں گرا کر کیا جی ایم سید کا مقصد پورا ہونے کے قریب ہو گیا؟ سندھ کے باشعور عوام کے لیے یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے۔



حیدرآباد میں لوگ رو رو کر فوجیوں کو اپنی بپتا سنا رہے ہیں



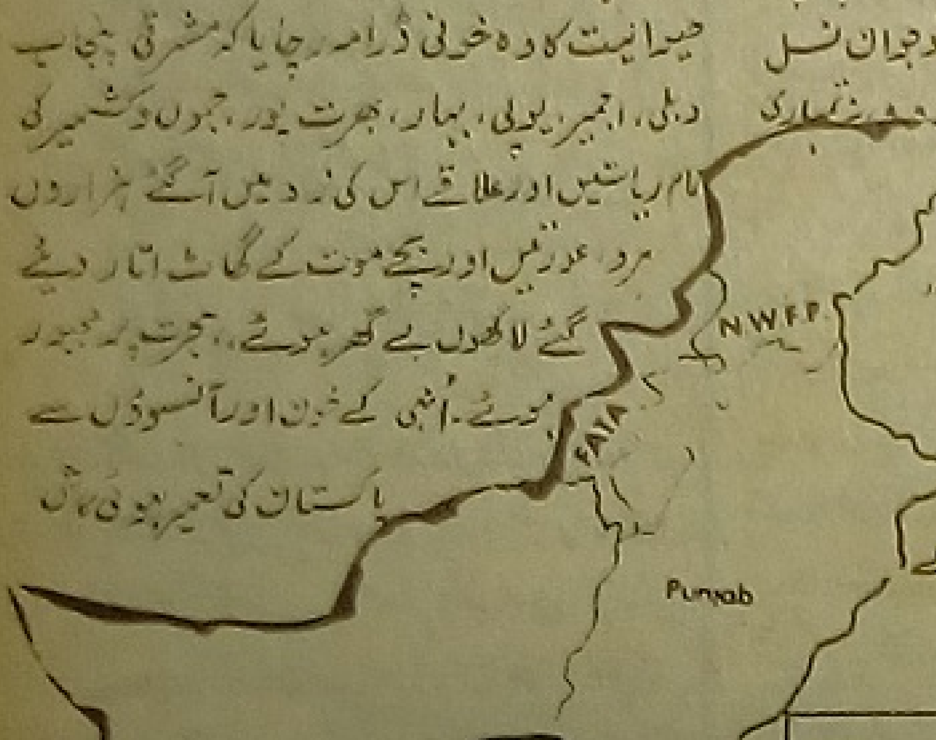
۴۳ سال پہلے مسلمانوں کا ہندوؤں کے ہاتھوں قتل عام
۴۳ سال بعد مسلمانوں کا مسلمانوں کے ہاتھوں قتل عام

۴۳ سال پہلے یعنی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے قبل اور اس کے بعد بھارت میں مسلمانوں کو ہندوؤں نے پاکستان بنانے کے جرم میں کس طرح قتل عام کیا۔ اس کے بعد بھارت میں مسلمانوں کو پاکستان بنانے کی سزا آج تک ہندو دے رہا ہے برصغیر میں مسلمانوں ہی کا خون بہہ رہا ہے چاہے وہ ہندوستانی علاقہ ہو یا مقبوضہ کشمیر، افغانستان ہو یا پھر پاکستان۔ ہماری نوجوان نسل کو کاش یہ معلوم ہو جائے کہ پاکستان بنانے کے سلسلے میں برصغیر کے مسلمانوں نے کتنی عظیم قربانیاں دی ہیں۔ ان کا کتنا خون بہا ہے، عورتوں کی کتنی عصمتیں لٹی ہیں تو شاید ان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور وہ کلاشنکوف پھینک کر ایک متحد قوم اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔ وقت کی ضرورت کے تحت آج ہم انہیں وہ بدترین واقعات پھر یاد دلا رہے ہیں۔ پاکستان کی تعمیر میں جن شہیدوں کا خون شامل ہے ان کا واسطہ دیکر درخواست کر رہے ہیں کہ پاکستان کو ختم کرنے کے لئے پاکستانی قوم کو نیست و نابود کرنے کے لیے دشمن کیا کیا کھیل کھیل رہا ہے مشرقی پاکستان کو کس طرح علیحدہ کیا گیا اور بچے کھچے پاکستان کو کس طرح ختم کرنا چاہتا ہے نوجوان نسل خدارا اس کو سمجھے۔ بند و قیں پھینک دو یہ ہماری داستان ابھی تک ختم نہیں ہوئی داستانوں ہیں۔

بھارت نے تقسیم عمل اور پاکستان کے قیام کو کبھی دل سے قبول نہیں کیا۔ اس کے حکمران کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ پاکستان کے حالات اتنے ناساز گار بنا

تجزیہ نگار کے قلم سے

دیئے جائیں کہ اس کی تعمیر اور ترقی نہ ہو سکے اور یہ نیست و نابود ہو جائے۔ ہندوستان نے پاکستان کو نیست و نابود کرنے کے لیے کبھی حربی طاقت سے، کبھی اقتصادی حربوں سے، کبھی داخلی انتشار سے اور کبھی اندرونی فسادات کی آگ سے کام لیا۔ ۱۹۴۷ء میں مسلح ہندو اور سکھ جتھوں نے اس درندگی اور حیوانیت کا وہ خونی ڈرامہ رچایا کہ مشرقی پنجاب دہلی، اجمیر، یوپی، بہار، بھرت پور، جموں و کشمیر کی تمام ریاستیں اور علاقے اس کی زد میں آ گئے ہزاروں مرد، عورتیں اور بچے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے لاکھوں بے گھر ہوئے، ہجرت پر مجبور ہوئے۔ انہی کے خون اور آنسوؤں سے پاکستان کی تعمیر ہوئی تھی



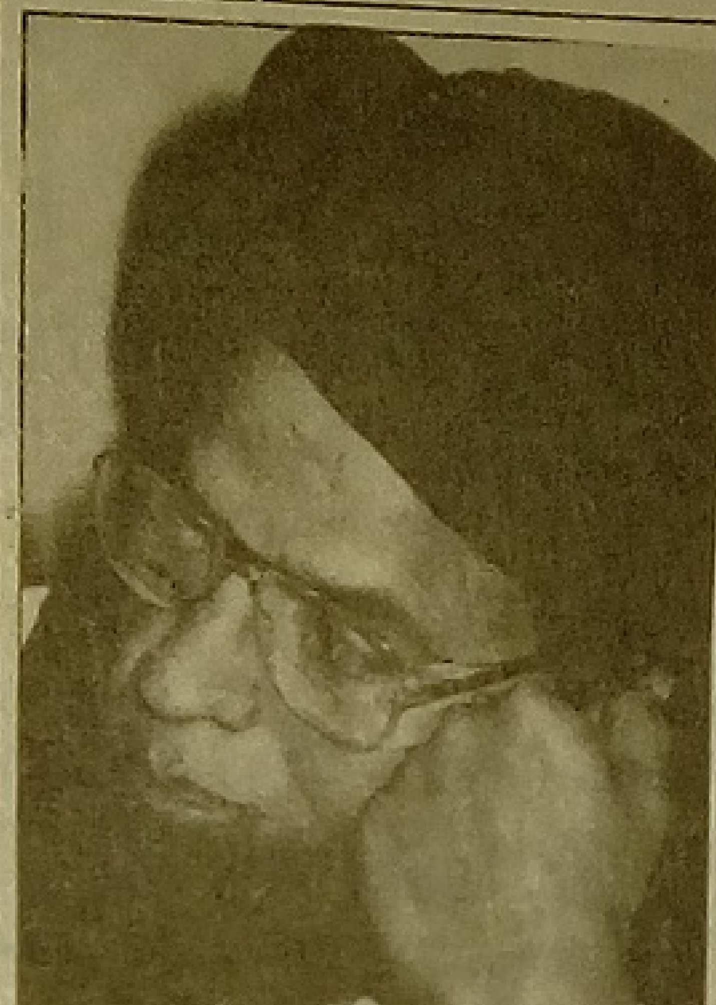
ہماری موجودہ نسلیں اس خونچکاں داستان کو غور کریں، سمجھیں اور پاکستان کی تعمیر نو میں حصہ لیں۔

اغواء شدہ مسلمان عورتیں آج بھی سکھوں اور ہندوؤں کے ہاں بچوں کو جنم دے رہی ہیں!

اگر ایک فرد کو قتل کیا تو پوری انسانیت کو قتل کیا

اگر ایک فرد کو بچایا تو پوری انسانیت کو بچایا

مولانا نورانی کی نشری تقریر



سندھ کے باشندوں میں نفرت، نفاق اور تعصب کا جو لاوا ابل رہا ہے اسکو ٹھنڈا کرنے کے لئے حکومت سندھ نے صوبے کے علماء دانشوروں اور اعتدال پسند رہنماؤں کو دعوت دی ہے کہ ٹی وی پر آکر اس صوبے کے عوام کو اخوت، بھائی چارے اور امن و آشتی کا پیغام دیں، اس سلسلے کی ابتداء وزیر اعلیٰ سندھ نے کی اسکے بعد دعوت کلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کو دی گئی، ٹی وی پر آکر حضرت نے فرمایا
" اللہ رب العالمین نے رمضان المبارک کی ۲۷ ویں شب کو یہ ملک پاکستان ہمیں عطا کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے آج ہم اس عظیم نعمت کو برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں آپ نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں اور وطن عزیز پاکستان اسلام کا قلعہ ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی انسان کو فساد پھیلانے کی غرض سے ناحق قتل کر دیا تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا اور جس نے ایک انسان کی جان بچائی اس نے پوری انسانیت کو بچا لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو آپس میں بھائی قرار دیا ہے۔ مختلف زبانیں بولنے والے مختلف مقامات پر رہنے والے اسلامی اخوت و برادری کی تسبیح کے دانے ہیں یہ سب امت واحدہ کے افراد ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا وہ میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور اسکی جان و مال عزت و آبرو کی اسی طرح حفاظت کرنا ہوگی جس طرح تم خود اپنی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کرتے ہو مولانا نورانی نے کہا کہ مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ مسلمان کو قتل کرے وہ تو مسلمان کی جان کا محافظ ہوتا ہے وطن عزیز میں اسی طرح وحشت و بربریت اور دہشت گردی سے کیا ہم وطن کی کوئی خدمت کر رہے ہیں، اسوقت وطن عزیز بے پناہ مشکلات میں گھرا ہوا ہے اور دشمن دروازے پر دستک دے رہا ہے ان حالات میں ہمیں ہوش سے کام لینے کی ضرورت ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فرد کی غلطی تو معاف فرما دیتا ہے لیکن اگر قوم اجتماعی غلطی کرے خودکشی پر آمادہ ہو تو اللہ رب العالمین معاف نہیں کرتا اس وقت جو صورت حال ہے وہ انتہائی شرمناک ہے جہاں ایک طرف ہم اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کر کے اس کے غضب کو دعوت دیتے ہیں تو دوسری طرف ہم دشمن کو بھی موقع دیتے ہیں کہ وہ ہماری تباہی و بربادی کے لیے جو کچھ بھی کر سکتا ہے آزادی کے ساتھ کر لے، حضرت نے کہا کہ عدل اسلام کی اساس ہے۔ کوئی بھی شخص ہو ہم انفرادی و اجتماعی زندگی انتظامی معاملات میں عدل کو پیش نظر رکھیں، ظلم اللہ رب العالمین کو ناپسند ہے ظالم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچتا اور مظلوم کی بد دعا اور اللہ کے درمیان حجاب نہیں ہوتا، وحشت و بربریت سے لوگوں کو قتل کرنا، دہشت گردی اور ظلم ہے۔

۱۰ اگست سے قبل دہلی سے لیکر امرتسر تک آگ اور ون کے طوفان امنڈ آئے، ۱۰ اگست سے قبل پٹیالہ ابھہ، کپور تھلہ، بھرت پور اور رالور کی فوج کے علاوہ ٹریہ سیوک سنگھ کے گروہ ہندو ریاستوں سے سلحہ اور بارود لے کر پنجاب کا رخ کر رہے تھے کومت مشرقی پنجاب مسلمان کانسٹیبلوں کو غیر مسلح کر کے ان پر گولیوں کی باڑ مار رہی تھی۔ بکتر بند اڑی، مشین گن سے آگ کے شعلے ابل رہی تھی پنتھ کی جے خالصتان کی جے سکھوں کی کرپانیں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی گردنیں صاف کر رہی تھیں۔ دادا پوتے کے سامنے اور پوتا دادا کے سامنے شہید کیا جا رہا تھا مسلمان خواتین کی عصمت دری ہو رہی تھی مسلمانوں کی زجوان لڑکیاں یرغمال بنالی گئیں۔ نہ جانے کتنی مسلمان لڑکیاں آج بھی ہندوؤں اور سکھوں کے گھروں میں بچوں کو جنم دے رہی ہیں۔

دہلی یوں تو بار بار لٹی لیکن جس طرح ہندو افواج کے سورماؤں نے لوٹا اس کے لئے نہ ہمارے پاس الفاظ ہیں اور نہ ہی ہمارے اندر سکت ہے کہ ہم رقم کر سکیں۔

۴۳ سال بعد

ہم اسی مقام پر کھڑے ہیں

جہاں سے چلے تھے!

ہر طرف آگ اور خون تھا مسلمانوں کی بستیاں اس خونی کھیل کا نشانہ تھیں ہندوؤں نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ مسلمان کانگریسی ہے یا مسلم لیگی بس ان کو تو مسلمانوں کو مارنا تھا۔ لڑکیوں کو اغوا کرنا تھا مسلمان تہ تیغ ہو رہے تھے اور اہنسا کے پجاری اپنی خونی پیاس کو بجھا رہے تھے۔

۱۹۴۷ء میں دو لاکھ بہار کے مسلمان قتل کئے گئے یوپی کے مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلی گئی ریاست میں مسلمانوں کو ہندو قصابوں نے درندے بھیڑیوں نے جس بے رحمی کے ساتھ قتل کیا اس پر انسانیت بھی شرم سار ہے۔ کھیت جلا دیئے گئے، کھلیان تباہ کر دیئے مکانات پر قبضہ کر لیا گیا۔ بلوائیوں نے امرتسر میں مسلمان عورتوں کا برہنہ جلوس نکالا۔ غرض کہ مسلمانوں کی ہر آبادی تاراج کر دی گئی ہر گھر اجاڑ دیا گیا اور پاکستان کی سرحد خون کی لکیر سے کھینچ دی گئی۔

۱۹۴۷ء میں ہندوستان میں ہزاروں بستیاں آگ اور خون میں لت پت ہو گئیں۔ مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ مسلمانوں نے پاکستان کا رخ کیا قافلہ در قافلہ پاکستان پہنچا۔ پاکستان کی تعمیر نو کے لئے پاکستان کو اسلامی حکومت بنانے کے لئے مسلمانوں

کی عظیم ریاست کی تشکیل کے لیے پاکستان باوجود ہندوؤں اور انگریزوں کی ریشہ دوانیوں کے قائم اور دائم رہا پھلتا اور پھولتا رہا۔ جس نسل نے پاکستان کو بنایا اس نے اس کو مضبوط کیا پاکستان کی جڑوں کو اپنے خون سے سینچا آج انہیں کی نسل اس درخت کو تعصب کی آری سے کاٹ رہی ہے اور اب پاکستان میں ۴۳ سال بعد "ہندو" کے بجائے "مسلمان" ہی مسلمان کا خون بہا رہا ہے۔

۴۳ سال بعد جو افسوسناک حالات پاکستان میں رونما ہوئے شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا بدقسمت ملک ہو جس میں ایسے حالات پیدا ہوئے ہوں کہ ملک خدانخواستہ ٹوٹنے کے قریب ہو۔ پاکستان مسلم قومیت کی بنا پر وجود میں آیا تھا لیکن زبان اور زمین کے مسئلے نے پاکستان کی طنابوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا سانحہ ڈھاکہ ہمارے سامنے رونما ہوا پاکستان دولخت ہو گیا لیکن پھر بھی ہم نے تاریخ سے سبق نہیں سیکھا

افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ لوگ دولت کی ہوس میں پاکستان کی بنیاد کو کمزور کرنے لگے اور جنہوں نے پاکستان کو اپنے خون سے سینچ کر بنایا تھا وہ پسِ پشت چلے گئے کسی نے خوب کہا ہے۔

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔

لیاقت علی خان کو دن دہاڑے شہید کر دیا گیا گولی لگتے ہی لیاقت علی خان نے کہا خدا پاکستان کی حفاظت کرے۔ شاید انہی کی دعاؤں کا اثر ہے کہ پاکستان باوجودیکہ تمام تر سازشوں کے اب بھی زندہ و تابندہ ہے۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد قوم پرست تنظیموں نے پاکستان کے رہے سہے وجود کو ختم کرنے کے عمل میں دن رات مصروف رہے خان عبدالغفار خان، جی۔ ایم۔ سید ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے انہوں نے برملا کہنا شروع کر دیا۔ کہ پاکستان نہیں چاہیے۔ پاکستان کو ٹوٹ جانا چاہیے لیکن ان پر گرفت کرنے والا کوئی بھی مرد مومن سامنے نہ آیا۔ پاکستان کی تخلیق بلیٹ کے ذریعہ ہوئی تھی برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے ووٹ کے ذریعہ پاکستان کی تخلیق کی۔ لیکن بدقسمتی قسمت اور مسلم لیگ کی نااہلی کی وجہ سے ملک میں بار بار مارشل لاء لگا انہی مارشل لاء کے زمانہ میں

امرتسر میں مسلمان عورتوں کا برہنہ جلوس نکالا گیا

قوم پرست تنظیموں نے جنم لیا اور ملک کی وحدت کو توڑنے کا سامان فراہم کیا۔

وہ قوم جو ہندوؤں کے سامنے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھی وہ قوم جس کے وزیراعظم کے مکا دکھانے سے ہندوستان کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا تھا آج وہی قوم آپس میں برسرپیکار ہے مسلم قومیت کی اساس کے تار و پود کو اکھاڑ کر پھینک دیا ہے اور یہی قوم پنجابیوں، پٹھانوں، بلوچیوں اور سندھیوں اور مہاجروں میں تقسیم ہو گئی۔ ملکی اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔

کراچی اور حیدرآباد کے حالیہ واقعات اور پچھلے دو تین برسوں کے واقعات خونی نسلی و لسانی فسادات سے عبارت ہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا جب سے لسانی تنظیموں نے قوت حاصل کی۔ ان دہشت گرد تنظیموں نے ایذا رسانی وہ طریقے اختیار کئے جنہیں دیکھ کر اور سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کوئی مسلمان کسی مسلمان کو ایسے منظم طریقے سے جسمانی ایذائیں پہنچا سکتا ہے ایک صادق العقیدہ مسلمان یہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

سندھ کے صرف پچھلے دو سال کے واقعات پر ہی نظر ڈالی جائے تو یہ ڈاکہ زنی، قتل، اغوا، دہشت گردی، سیاسی تشدد اور جدید ہتھیاروں کے بے محابہ استعمال سے پر ہیں۔ سندھ کے شہری علاقوں میں مسلسل کرفیو کا نفاذ رہا۔

سندھ کی آتش فشاں جیسی صورت حال پیدا کرنے میں ناجائز اسلحہ کا بڑا دخل ہے۔ نسلی اور لسانی فسادات اسٹیل مل جیسے عظیم صنعتی ادارہ تک پہنچ گئے تشدد اور خوف کے سبب سندھ کے صوبے میں بڑے پیمانے پر نقل مکانی شروع ہوئی۔ اپنے گھر بار کو چھوڑ کر لوگ جان بچانے کے لئے کیمپوں میں مقیم ہو گئے ۱۹۴۷ء کا زمانہ پھر لوٹ آیا۔ دنیا بھر کی قومیں ترقی کر رہی ہیں آگے بڑھ رہی ہیں، ہم پیچھے کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

۴۳ سال بعد ہم سماجی لحاظ سے اسی مقام پر آ گئے جہاں سے چلے تھے بلکہ ذہنی لحاظ سے تو صدیوں پیچھے چلے گئے جب لوگ قبیلوں میں بٹ کر رہتے تھے اور آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے ہم نے بھی سندھ میں قبیلے بنا لئے اور لڑنے جھگڑنے لگے۔ پاکستانیوں کو اور خاص طور سے سندھ کے اردو بولنے والے طبقہ کو سوچنا چاہیئے کہ آج ہم کہاں کھڑے ہیں۔ قومی دھارے سے کٹ کر اور مہاجر قبیلہ بنا کر انہیں کیا ملا۔ انہوں نے قومی پارٹیوں کو چھوڑ کر علاقائی پارٹی پر بھروسہ کیا آج وہ علاقائی پارٹی ان کے لیے کچھ نہیں کر پا رہی ہے۔ اب بھی وقت ہے سندھ کے اردو بولنے والے اپنا قبلہ درست کر لیں اور اپنی سابقہ قومی پارٹیوں کا دامن تھام لیں۔

●●



کراچی میں فوجیوں کا ایک عارضی مورچہ

پروفیسر بشیر الحق وائس چانسلر سری نگر یونیورسٹی کشمیر ایک
مذہبی اسکالر تھے "عورت کی سربراہی" سے متعلق آپ کا تحقیقی مواد
ہمیں بھارت سے موصول ہوا ہے۔ اس خالصتاً علمی مسئلے پر تو اہل علم
حضرات اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ اس کے لئے "احوال" کے
صفحات حاضر ہیں۔ (ادارہ)

صلائے عام ہے......

عورت کی حکمرانی ۔ ایک اسلامی نقطۂ نظر

پروفیسر بشیر الحق، وائس چانسلر سری نگر یونیورسٹی کشمیر کی ایک معرکتہ الآرا تحریر

کیا اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق عورتیں کسی ریاست کی سربراہ بن سکتی ہیں؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب اس مضمون میں دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

سب سے پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مرد یا عورت قرآن کسی جنس کو بحیثیت مجموعی اس کے مقابل کی جنس پر ترجیح دیتا ہے اور نہ کمتری سے تعبیر کرتا ہے۔ قرآن نے فرد کے لیے برتری اور کمتری کے کچھ معیار مقرر کر دیے ہیں۔ جو شخص بھی ان معیاروں کے تقاضوں کو پورا کرنے والے وہ مرتبے میں برتری حاصل ہو گی۔ گویا برتری فرد کی اپنی ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہو گی۔ پیدائشی اور پیدائشی جنس کی بنیاد پر کسی کو حاصل نہ ہو گی۔ برتری کا قرآنی اصول یہ ہے "خدا کی نظروں میں بہترین شخص وہ ہے جو خدا کے احکامات کی بجا آوری کا زیادہ سے زیادہ خیال کرے" اب خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت جو بھی اس مقابلے میں آگے بڑھ جائے فضیلت اس کو حاصل ہو گی۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے حقوق و فرائض کے سلسلے میں عورتوں اور مردوں میں کوئی تفریق نہیں کی ہے لیکن اس کے باوجود ہم اس حقیقت سے بھی آنکھیں نہیں چرا سکتے کہ اسلامی اصول سیاست کے ماہرین نے عورتوں کو ریاست کی سربراہی کے حق سے محروم رکھا ہے۔ لیکن کیا اس فیصلے کو ہم اسلام کا دائمی حکم کہہ سکتے ہیں؟

جہاں تک قرآن کا سوال ہے جس اس میں کوئی ایسی آیت نہیں ملتی جس میں وضاحت کے ساتھ یہ کہا ہو عورتیں کسی حکومت یا ریاست کی سربراہ نہیں ہو سکتیں۔ جو لوگ اس خیال کے حامی ہیں وہ بخاری کی ایک حدیث کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب شہنشاہ فارس کسریٰ کی موت کے بعد اہل فارس نے اس کی لڑکی کو تخت حکومت پر بٹھایا تو ایک روایت کے مطابق حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یعنی وہ قوم کبھی فلاح یاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنے امور کسی عورت کے ہاتھ میں دے دئے" چونکہ یہ حدیث بخاری میں مذکور ہے جسے کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب کا درجہ حاصل ہے اس لئے اس حدیث کی نوعیت پر لوگوں نے بہت زیادہ غور و فکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اور پھر ایک وجہ یہ بھی تھی کہ چونکہ اس حدیث سے اسلامی اصول سیاست کی تائید ہوتی ہے اس لیے یہ حدیث بلا کسی چھان بین کے قبول کر لی گئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اگر غور کیا گیا ہوتا تو ذہنوں میں کئی اہم سوالات پیدا ہوتے۔

> **جمہوری معاشرہ میں**
> **عورت سربراہ حکومت**
> **ہو سکتی ہے؛**
> "مولانا اشرف علی تھانوی"
> امداد الفتاویٰ جلد پنجم

میرے مرحوم استاد مولانا عبد السلام قدوائی ندوی نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ جب وہ دار العلوم ندوۃ العلماء میں اس وقت کے مشہور عالم دین دار العلوم کے شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان ٹونکی مرحوم سے بخاری کا درس لے رہے تھے تو ایک دن اس حدیث کو پڑھاتے پڑھاتے مولانا حیدر حسن خان مرحوم تھوڑی دیر کے لیے رک گئے۔ پھر بولے کہ اس حدیث کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ جب جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے بالمقابل حضرت عائشہؓ ایک گروہ کی سربراہی کر رہی تھیں تو ایک صحابیؓ نے اپنے بعض ساتھیوں کو یہ حدیث سنائی تھی۔ لیکن یہ بھلا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ حضورؐ نے اتنی بڑی بات کہی ہو اور حضرت عائشہؓ نے اس کے باوجود فوج کی سربراہی کی ہو۔ مولانا نے اپنے شبہ کو دور کرنے کے لیے اسماء الرجال کی مختلف کتابیں اسی وقت کتب خانہ سے نکلوائیں اور جب راویوں کی چھان بین کی گئی تو ان میں ایک حضرت ایسے بھی ملے جن کے بارے میں متفقہ طور سے علماء و محققین اسناد نے لکھا ہے وہ صاحب حضرت عائشہؓ کے خلاف باتیں گھڑ گھڑ کے پھیلانے کے شوقین تھے۔ اسی لیے ان کی روایت کردہ ایسی حدیثوں کو قبول کرنے میں احتیاط برتنی چاہیئے جن کا اثر حضرت عائشہؓ کی ذات پر پڑتا ہو۔

جن لوگوں نے اس حدیث کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں سوالات نہیں اٹھائے ہیں ان میں برصغیر کے ایک دوسرے ہم عالم نے اس حدیث کی ایک ایسی تشریح پیش کی ہے جس کی

رُو سے اس حدیث کے باوجود عورتیں سربراہی کے منصب سے شرعاً محروم نہیں کی جاسکتیں۔ اس کی تفصیلات ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

ہم یہاں یہ سوال بھی اٹھا سکتے ہیں کہ آیا اس حدیث کے ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مسئلہ کو اصولی طور پر ہمیشہ کے لیے طے کر دیا تھا یا آئندہ پیش آنے والے واقعات کی طرف اشارہ مقصود تھا۔ تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ چھٹی صدی عیسوی میں فارس دنیا کی دو ایک بڑی طاقتوں میں شمار ہوتا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے شہنشاہ کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی جسے اس نے بہت ہی حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا تھا۔

عرب ذہنی طور سے ایرانیوں سے مرعوب تھے ایسے میں شہنشاہ ایران کی موت کے بعد اس کی بیٹی تخت نشین ہوتی ہے جس کے پاس نہ تو پہلے سے کوئی جنگی تجربہ تھا اور نہ ہی اس کی انتظامی صلاحیتوں کا بھی کوئی امتحان ہوا تھا۔ ایسے موقع پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جو انسانی نفسیات کے بھی ماہر تھے فرماتے ہیں کہ وہ قوم تو کبھی کامیاب ہو ہی نہیں سکتی جس نے ایک عورت کے ہاتھوں میں اپنی قسمت کی باگ ڈور سونپ دی۔ اور آگے چل کر ایسا ہی ہوا بھی۔

اس طرح حالات و واقعات کے تناظر میں جب ہم اس حدیث پر غور کرتے ہیں تو اس پر پہنچنے کو بالکل بے بنیاد نہیں کہا جاسکتا کہ حضور نے اس حدیث کے ذریعہ ایک اصول طے کرنے کے بجائے ایک روشن حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا۔

بہر حال مسئلہ پر غور کرنے کا یہ ایک رخ تھا اور ہم نے دیکھا کہ اس مشہور حدیث کی رُو سے بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ اصولی طور پر یہ بات طے کی جاسکے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو سربراہی کے حق سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا ہے۔

آیئے اس مسئلہ کو ذرا قرآن کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کریں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے۔ قرآن میں کوئی ایسا واضح حکم نہیں جس میں کہا گیا ہو عورتوں کو اس منصب پر پہنچنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے برعکس ہمیں قرآن میں بعض ایسی آیات ملتی ہیں جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ سربراہی کے معاملہ میں عورتوں اور مردوں میں کوئی تفریق

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

سربراہ کی حیثیت سے

میدانِ جنگ میں آئی تھیں

نہیں کی جاسکتی (مثلاً سورۃ الحج (نمبر ۲۲) کی آیت نمبر ۴۱ ملاحظہ کیجئے جس میں مومنین کی صفات اور ان کے فرائض اس طرح بیان کیے گئے ہیں۔

"اگر ہم انہیں زمین میں انہیں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں گے۔"

اس آیت کی رو سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ تمکین فی الارض یعنی اقتدار کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ گویا صاحب اقتدار مومنین کی ذمہ داری ہے کہ وہ مذکورہ بالا فرائض انجام دیں۔ اس آیت میں عورتوں اور مردوں کے درمیان تفریق نہیں کی گئی ہے بلکہ ایک اصولی بات بتائی گئی ہے کہ اقتدار کے حقدار وہی لوگ ہیں جو مذکورہ بالا شرائط کو پوری کریں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورتوں پر ان فرائض کی ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ سورۃ التوبہ (نمبر ۹) کی آیت نمبر ۷۱ میں عورتوں اور مردوں دونوں کے بارے میں وضاحت سے کہا گیا ہے۔

"مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے ولی اور مددگار ہیں یہ لوگ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں صلوٰۃ کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔"

فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، قیام صلوٰۃ ادائیگی زکوٰۃ، انفرادی فعل سے کہیں زیادہ اجتماعی عمل کا حامل ہے اور اس اجتماعیت کو پیدا کرنے کے قرآن کی مذکورہ بالا آیتوں کی رُو سے مومن مردوں کی طرح مومن عورتیں بھی ذمہ دار ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں آیتیں اگرچہ مفہوم کے اعتبار سے یکساں ہیں لیکن انداز بیان اور الفاظ میں تھوڑا سا فرق بھی ہے۔ مثلاً پہلی آیت میں عطائے اقتدار (تمکین فی الارض) کے ساتھ فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو مشروط کیا گیا ہے جبکہ دوسری آیت میں اقتدار کا کوئی ذکر نہیں ہے پھر دوسری آیت میں مومن مرد اور مومن عورتوں کو الگ الگ کرکے بیان کیا گیا ہے جبکہ پہلی آیت میں جمع مذکر غائب کا صیغہ "ھُمْ" یعنی وہ مرد لوگ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی فرق کی وجہ سے بعض لوگ یہ سوچ سکتے ہیں کہ اقتدار مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اور بقیہ فرائض کی بجاآوری میں عورت اور مرد دونوں شریک ہیں۔ اس طرح بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں قرآن صرف مردوں کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ جب انہیں اقتدار ملے تو وہ مذکورہ بالا فرائض بھی ادا کریں۔ بادی النظر میں یہ بات اہم معلوم ہوتی ہے لیکن اسے ہم زیادہ سے زیادہ منطقی مغالطہ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ قرآن کا انداز بیان ہے کہ جن احکامات کی تعمیل مساوی طور سے مرد اور عورت دونوں پر لازمی ہوتی ہے وہاں پر قرآن صرف مذکر کا صیغہ استعمال کرسکتا ہے خواہ مخاطب حاضر ہو یا غائب۔ مثلاً روزہ کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

"جب تم (مردوں) میں سے کوئی (رمضان کے) مہینہ کو پائے تو اس مرد کو چاہیئے کہ اس میں روزہ رکھے۔"

کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ اس آیت میں جمع مذکر حاضر (کُنْتُمْ) کا صیغہ استعمال کیا ہے اس لیے روزہ صرف مردوں پر فرض ہے اور عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں؟ یا اسی طرح ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان لانے والے (مرد) لوگو تم بھی ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔"

اس آیت میں بھی دیکھیے صرف مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے حکم سے عورتیں مستثنیٰ ہیں۔ قرآن میں ایسی بے شمار آیات ہیں جن میں بظاہر صرف مردوں سے خطاب کیا گیا ہے لیکن اس حکم کے حقیقی مخاطب مرد اور عورت دونوں ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو عبادات و معاملات کے بہت سارے احکامات سے عورتیں بری الذمہ ہو جائیں گی اس بحث کی روشنی میں یہ کہنا حق بجانب معلوم ہوتا ہے کہ جب

باقی صـ ۵۰ پر

وی پی سنگھ کو

کس نے زبان دی؟

مغلیہ دور ختم ہونے کے بعد ہندوستان کا حکمران انگریز بن گیا کیونکہ انگریز کو یہ علم تھا کہ ہندوستان میں اس کا سب سے بڑا دشمن مسلمان ہے کیونکہ انگریز نے مسلمانوں سے اقتدار چھینا تھا اور وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ مسلمانوں کو جب بھی موقع ملے گا وہ اسے ہندوستان سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے اس لئے اس کو صرف مسلمان ہی سے خطرہ تھا۔

انگریز نے مسلمانوں کی قوت کو ختم کرنے کا پروگرام ترتیب دے کر مسلمانوں کے اندر اپنے ایجنٹ پیدا کئے اور ہندو کو یہ باور کروا کر کہ ہندوستان کا اصل مالک ہندو ہے مسلمانوں کو ختم کرنے اور اپنے پروگرام کو کامیاب کرنے کے لئے بھرپور امداد فراہم کی تاکہ مسلمانوں کا ہر سطح پر مقابلہ کر کے ان کو ختم کیا جا سکے۔

دوسری طرف ہندو بھی یہ جانتا تھا کہ جب تک وہ مسلمانوں کو اپنے رنگ میں نہیں رنگے گا وہ اپنے منصوبے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہندو نے مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگنے کا بھرپور پروگرام شروع کیا تاکہ وہ مسلمانوں کو اپنا غلام بنا سکے۔ ہندو نے ہندو مسلم بھائی بھائی کا شور مچانا شروع کیا اور ہندوستان میں رہنے والوں کو ایک قوم قرار دیا کیونکہ ہندو کی اسی میں بھلائی تھی لیکن جب مسلمان رہنماؤں نے ہندو کی اس چال کو بھانپ لیا اور خصوصاً امام احمد رضا خان بریلویؒ نے دو قومی نظریہ کا پروگرام پیش کیا اور یہ ثابت کیا کہ ہندوستان میں ایک نہیں بلکہ دو قومیں آباد ہیں۔ جو ہندو اور مسلم ہیں جن کا اپنا اپنا تشخص ہے تو ہندو اور اس کے ایجنٹوں نے اس کی بھرپور مخالفت کی۔ لیکن جب آگے چل کر تحریک پاکستان کا آغاز ہوا اور مسلم لیگ کی قیادت قائد اعظمؒ نے سنبھالی تو ہندوستان کے مسلمانوں نے مسلم قومیت کے نظریئے کے تحت متحد ہو کر پاکستان حاصل کر لیا تو ہندو اور اس کے ایجنٹ اپنے پروگرام میں ناکام ہو گئے

ڈاکٹر جاوید اختر

اور پاکستان بن گیا۔

لیکن ہندو اور اس کے ایجنٹوں نے اپنے پروگرام کو جاری رکھا، پہلے پاکستان بننے کی مخالفت کی پھر جب پاکستان بن گیا تو پاکستان کو ختم کرنے کے لئے تین مرحلوں پر کام کرنے کا فیصلہ کیا۔

۱:- اس کو یقین تھا کہ پاکستان کچھ عرصہ کے بعد خود بخود ختم ہو جائے گا۔ لیکن اس کا یہ خواب پورا نہ ہوا تو ہندوستان نے دوسرے مرحلہ پر عمل کیا۔

۲:- پاکستان کو فوج کشی کر کے ختم کر دیا جائے مگر وہ اپنے اس منصوبہ میں بھی ناکام ہو گیا تو تیسرے مرحلے

> **ہندو کے ایجنٹ جو سندھ کو سندھو دیش میں تبدیل کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں اپنے پروگرام میں کامیاب ہوتے نظر آرہے ہیں!**

پر عمل کیا۔

۳:- کہ پاکستان کو زمین اور زبان کے نام پر تقسیم کر دیا جائے جس کے لئے اس نے اپنی مختلف ایجنسیوں "مکتی باہنی" اور "را" کے ذریعے پاکستان میں اپنے ایجنٹ پیدا کئے جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہو گیا اور پاکستان میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے عصبیت کے بیج بونا شروع کر دیئے۔

پہلے مرحلہ پر مشرقی پاکستان میں اس تجربہ پر عمل کرنے کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ ۱۹۷۰ء میں مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کو بنگالی، پنجابی، بہاری کی بنیاد پر اور رنگ و نسل کے نام پر تقسیم کیا اور عصبیت کا بیج بو کر بنگالی کے ہاتھوں بہاری اور بہاری کے ہاتھوں بنگالی کا قتل عام کر دایا۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مجیب الرحمٰن بنگالی کے نام پر ووٹ حاصل کر کے مشرقی پاکستان کی سب سے بڑی قوت بن کر سامنے آیا تو اس کا رزلٹ پاکستان کی تقسیم بن کر ظاہر ہوا۔ اور ہندوستان نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور مکتی باہنی کے ذریعے جلتی پر تیل کا کام دکھا کر مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے علیحدہ کرنے کے منصوبہ پر بڑی کامیابی سے عمل کر کے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنوا دیا اور اس طرح قومیت کے نام پر ووٹ حاصل کر کے آنے والی تنظیموں کے ذریعے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

آج پھر ایک دفعہ ہندوستان اپنے پرانے تجربہ پر عمل کرتے ہوئے وہی کام "را" کے ذریعے اپنے ایجنٹ پیدا

پہلا مجیب الرحمٰن بھی ایک آمر نے پیدا کیا تھا اور دوسرا مجیب الرحمٰن بھی ایک آمر کی پیداوار ہے

کرکے صوبہ سندھ میں لے آ رہا ہے۔ ہندوستان نے صوبہ سندھ میں بھی مشرقی پاکستان کی طرح اپنے ایجنٹ پیدا کر کے "را" کے ذریعے صوبہ سندھ کے لوگوں کو قومیت کے نام پر تقسیم کرنے کا عمل شروع کیا اور وہ اس منصوبہ پر بڑی تیزی سے عمل کر رہا ہے اور وہ پہلے مہاجر، پٹھان، پنجابی، مہاجر اور اب سندھی مہاجر فسادات کروا کر مسلم قوم کو قومیت کے نام پر اپنے جال میں پھنسا کر ٹکڑیوں میں تقسیم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس طرح ہندو کے ایجنٹ جو سندھ کو سندھو دیش میں تبدیل کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اپنے پروگرام کو آگے بڑھانے میں کافی حد تک کامیاب ہوتے نظر آ رہے ہیں۔

پاکستان کے دشمنوں نے "را" کے اشارے پر پہلے مہاجر پٹھان، مہاجر پنجابی، اور سندھی مہاجر فسادات کروا کر مسلمانوں کو ذہنی طور پر ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا اور ان کو یہ بات سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ان کا تحفظ صرف لسانی تنظیمیں ہی کر سکتی ہیں اور ان کے حقوق کا دفاع بھی اسی طریقے سے ہو سکتا ہے اس نظریے نے سندھ کے عوام کو واضح گروپوں میں تقسیم کر دیا اور دو بڑے گروپ واضح طور پر شہروں میں مہاجر کے نام پر اور دیہات میں جئے سندھ کے نام پر وجود میں آ گئے۔

بے نظیر کی سندھ بچاؤ تحریک

۱۹۸۸ء میں ہونے والے انتخابات بھی مشرقی پاکستان کی طرح قومیت کے نام پر لڑے گئے شہروں میں ایم کیو ایم کامیاب ہوئی اور دیہات میں سندھی کی بنا پر لوگوں نے پیپلز پارٹی کو کامیاب کیا۔ اس طرح جئے سندھ دیہات میں سندھیوں کی اور ایم کیو ایم نے شہروں میں مہاجروں کی حفاظت کا ٹھیکہ لے لیا اور یہ دونوں لسانی تنظیمیں دو طبقوں کی محافظ بن گئیں۔ اور ملکی سطح پر کام کرنے والی پارٹیاں محدود ہو کر رہ گئیں۔ اس طرح سندھ میں ہندوستان کو "را" کے ذریعے اپنا کھیل کھیلنے کا موقع مل گیا جو وہ سندھ میں مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں عصبیت کے نام پر قتل کروا کر کھیل رہا ہے۔

مہاجروں اور سندھیوں دونوں طبقوں میں سے دہشت گرد پیدا کر کے ان کی سرپرستی کر کے سندھ کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ مسلمانوں کو مہاجر، سندھی، پنجابی، پٹھان کے نام پر قتل کروا کر سندھ کو اپنے منصوبہ کے مطابق علیحدگی اور تقسیم کی طرف لے جا رہا ہے۔

ان ہی حالات میں قومیت کے پرستاروں اور مسلمانوں کو قومیت کے نام پر تقسیم کرنے والوں نے ہندو وزیر اعظم کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ پاکستان کے متعلق زبان کھولے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر کے پاکستان کو عالمی سطح پر بدنام کرے۔ وی۔ پی۔ سنگھ کو زبان دینے والے "را" کے ایجنٹ قوم کو قومیت کے نام پر تقسیم کرنے والے دہشت گرد ہیں جنہوں نے وی۔ پی سنگھ کو یہ موقع فراہم کیا۔

وی۔ پی سنگھ کا اخبارات میں چھپنے والا یہ بیان کہ پاکستان کا مسلمانوں کے تحفظ کا دعویٰ ختم ہو گیا ہے کیونکہ اب پاکستان میں مسلمان ہی مسلمان کو قتل کر رہا ہے پاکستانی قوم کے منہ پر ایک تماچہ ہے اس سے پیشتر بھی ان کا ایک بیان اخبار میں آیا تھا جس میں انہوں نے کراچی اور حیدرآباد کی گڑبڑ پر اپنی تشویش کا اظہار کیا تھا۔ اس سے ان کا مقصد بھارتی فوجوں کے ہاتھوں کشمیری مسلمانوں کے قتل عام سے دنیا کی توجہ کو ہٹانا تھا۔

دوسری طرف وزیر اعظم پاکستان نے پاکستان بچاؤ تحریک کا اعلان کیا ہے اگر اس کو سندھ بچاؤ تحریک کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ جس طرح وزیر اعظم نے دہشت گردی کے خلاف آواز بلند کی ہے اور اس کو ختم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اگر وزیر اعظم اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں اور اپنے اعلان کردہ فیصلوں پر کاربند رہیں تو کوئی بات نہیں کہ وہ سندھ میں امن قائم کرنے میں کامیاب نہ ہوں لیکن یہ کارروائی بہت دیر سے کی جا رہی ہے وزیر اعظم کا یہ بیان کہ سندھ کی صورت حال مشرقی پاکستان کی صورت حال اختیار کر چکی ہے اور سندھ کے شہروں میں دہشت گردوں کو پکڑنے میں رکاوٹ پیدا کی جا رہی ہے ملک خطرے میں ہے ملک تباہ ہو رہا ہے اور سندھ میں دوسرا مجیب الرحمان پیدا ہو گیا ہے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ پہلا مجیب الرحمان بھی ایک آمر نے پیدا کیا تھا اور دوسرا مجیب الرحمان بھی ایک آمر کی پیداوار ہے۔

مہاجر تحریک کے ساتھ ماضی میں کی گئی مصالحت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ پارٹی والوں کی مخالفت کے باوجود عزیز آباد چلی گئی تھی ہم نے معاہدہ کیا لیکن انہوں نے اسے ناکام بنا دیا انہوں نے کہا کہ ہم نے بار بار پیغام بھیجے لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا آج یہ صورت حال ہے کہ کراچی، حیدرآباد میں کوئی شخص محفوظ نہیں ہے کرفیو کی خلاف ورزی کے لئے مسجدوں کو استعمال کیا جا رہا ہے سرکٹ ہاؤس گئی تو مسجدوں سے اعلان کیا گیا کہ گھیراؤ کر لیا جائے۔

دہشت گردی کا منصوبہ میرے غیر ممالک کے دورہ کے دوران بنایا گیا حیدرآباد میں دہشت گردی سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت کی گئی ہے۔ وزیر اعظم نے یہ الزامات لگانے کے بعد پاکستان بچاؤ تحریک کا اعلان کیا انہوں نے اپنی پارٹی کے راہنماؤں سے کہا کہ وہ گلی گلی پھیل جائیں لوگوں کو ان خطرات سے آگاہ کریں جو پاکستان کو درپیش ہیں اگر پاکستان قائم ہے تو جمہوریت قائم رہے گی۔ ہمیں وسیع پیمانے پر یہ پروگرام لے کر عوام کے پاس جانا ہوگا اس وقت

سندھ میں "را" کے ایجنٹوں کی تخریب کاری

جمہوریت کو نہیں بلکہ پاکستان کو خطرات درپیش ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کشمیریوں کی حمایت کرنے پر یہ سزا دی جا رہی ہے اور سندھ میں دہشت گردی شروع کر دی گئی ہے۔

سندھ میں بھارت ہمارے عوام کو قتل کروا رہا ہے انہوں نے کہا کہ مہاجر پاکستان کے حامی ہیں ان کے لئے مہاجر کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان لوگوں نے پاکستان بنایا ہے۔ مگر مٹھی بھر لوگ دہشت گردی کر

باقی صفحہ ۲۰ پر

حیدرآباد میں ترنگا جھنڈا اُتر گیا پاکستانی جھنڈا لہرا گیا

حیدرآباد میں ایسے واقعات ہو چکے تھے جب لیڈروں نے پولیس کی وردیاں پہن کر لوگوں کو لوٹا تھا

ایک آپریشن کلین اپ

یہ درست ہے کہ حیدرآباد میں جرائم پیشہ اور بلیک میلروں نے حیدرآباد اور پاکستان کا جرائم گڑھ بنا دیا ہے۔ یہاں جو دہشت گردی ہوتی ہے ان تمام واقعات کے پس منظر میں ردعمل ہے ان تمام حادثات کو وہ دہشت گرد جنم دینے کے ذمہ دار ہیں جنہوں نے لوٹ مار اور پورے سندھ میں زندگی کو اجیرن کر رکھا ہے لوگوں کے ساتھ ہی حیدرآباد کی پولیس اور انتظامیہ بھی ان دل دوز حالات کو پیدا کرنے سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی جس نے نہایت بھونڈے طریقے سے اور بغیر کسی منصوبہ بندی کے ناپاک اسلحہ کی برآمدگی کے لئے آپریشن کیا تھا۔ اسے دہشت گردوں کے آپریشن کی بجائے اگر عوام کا آپریشن کہا جائے تو غلط نہ ہوگا جیسا کہ احوال نے اپنے پچھلے شمارہ میں اسے قرار دیا تھا۔

پچھلے ہفتہ حیدرآباد میں دہشت گردی، پولیس تشدد اور انتظامیہ کی نااہلی کا عفریت برہنہ ہو کر ناچتا رہا ہے جہاں ایک طرف دہشت گردوں نے اپنے کیمپ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی وہاں دوسری طرف پولیس نے بھی اچھی طرح اپنی نااہلی کا ثبوت دیا۔ پانی اور بجلی کی مانگ کرنے والی عورتوں پر سیدھی گولیاں داغنے کا کوئی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ڈرانے یا بھگانے کے لئے گولیاں چلانا مقصود تھیں تو ہوائی فائرنگ کی جا سکتی تھی ٹانگوں پر گولیاں ماری جا سکتی تھیں لیکن سیدھی گولیاں سینے اور سر میں پیوست کر دینے کا اس کے علاوہ اور کیا مقصد ہو سکتا تھا کہ انتظامیہ پانی مانگنے والوں کو سزا دینا چاہتی تھی۔ ممتا کا سینہ چھلنی کرنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ ماں، ماں ہوتی ہے خواہ وہ کوئی زبان بولتی ہو، کہیں رہتی ہو وہ اپنے بچوں کو پیاسا نہیں دیکھ سکتی۔ اس کے لئے وہ گولی کھانے کے لئے بھی تیار رہتی ہے۔ اس کا احساس گولی چلانے والوں کو بھی ہوگا کیونکہ وہ بھی کسی ماں کی ممتا کے سہارے پل کر جوان ہوتے ہوں گے لیکن یہ احساس اسی وقت ہو سکتا ہے جب احساس زندہ ہو مردہ نہ ہو گیا ہو۔

جذبہ احساس مر جاتا ہے ورنہ آدمی
پتھروں کی کوکھ سے جنم لیتا نہیں

حق شناس کے قلم سے

پندرہ دن کے اندر اندر حیدرآباد میں ۱۳۰ سے زائد افراد ہلاک ہو گئے۔ مرنے والوں میں دو سو افراد ہیں جو پولیس اور مظاہرین کی جھڑپوں کے دوران ہلاک ہوئے ان میں ۲۰ عورتیں بھی شامل ہیں۔ باقی ماندہ افراد دہشت گردوں کی گولیوں اور تشدد کا نشانہ بنے ہیں۔ پولیس کے مطابق اس نے ۲۷ مئی کے آپریشن کلین اپ میں ۳۱ دہشت گردوں کو گرفتار کیا مگر اس نے ان کی لسانی و سیاسی وابستگیوں کے بارے میں کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔ آپریشن کلین اپ کا کام پولیس نے انجام دیا اس سلسلے

میں اس نے بھارتی ... کی مدد حاصل نہیں کی حالانکہ کر لینی چاہئے تھی۔ وہ ... کی مدد ضرور حاصل کر لی ہے۔

حیدرآباد میں دہشت گردی کی وارداتیں اس وقت سے مسلسل ہو رہی تھیں جب حکومت نے ... کو ظاہر کیا گیا۔ اس علاقہ میں مہاجر اور سندھی ملے جلے رہتے ہیں۔ حیدرآباد کا وہ واحد علاقہ ہے جہاں سندھی اور مہاجر ایک ساتھ برسوں سے رہتے ہیں اور یہاں آج تک کوئی لسانی فساد نہیں ہوا۔ حالانکہ پہلے یہاں پر کوئی لسانی تناؤ بھی نہیں تھا۔ اس کے باوجود دہشت گردی کی تاریکی میں اچانک اس علاقہ پر ناگہانی طور پر حملہ کر دیا گیا۔ فائرنگ کرنے والے کون تھے؟ اگر یہ غیر ملکی ایجنٹ تھے تو ان کا اندازہ لگانے والی ایجنسیوں سے کیسے رہے۔ مہاجر کہتے ہیں یہ سندھ والے تھے جن کی پشت پناہی مقامی انتظامیہ کر رہی تھی سندھی کہتے ہیں کہ یہ ایم کیو ایم کے دہشت گرد تھے جو سندھیوں کو حیدرآباد سے بھگا کر سندھ کو تقسیم کرنا چاہتے تھے۔ بہرحال تخریب کاروں نے تخریب کاری کے لئے ایک ایسے علاقے کو چنا تھا جہاں دونوں زبانیں بولنے والے رہتے ہیں تاکہ وہ پورے سندھ میں نسلی و لسانی آگ کو بھڑکا سکیں۔ سندھ کی انتظامیہ کہتی ہے کہ یہ بھارتی ایجنٹ ہیں جو لسانی تنظیموں میں گھس گئے ظاہر ہے یہ عمل ایک دن میں تو ہوا نہیں ہوگا یہ مہینوں اور برسوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ہوگا اس دوران قانون نافذ کرنے والے ادارے کیا کرتے رہے۔ حکومت کے خفیہ محکموں نے ان پر کیوں نظر نہیں رکھی۔ دو ماہ بیشتر بے نظیر صاحبہ نے امریکی جریدے "ٹائم" کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ ہم ان میں سے نہیں جو بیٹھے ہوئے اس بات کی دہائی دیتے رہیں کہ بھارتی تخریب کار سندھ کے حالات خراب کر رہے ہیں ہمیں معلوم ہے کہ معاشرے میں جب زوال پذیری کے اثرات آ جاتے ہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ اب بے نظیر صاحبہ کیوں دہائی دے رہی ہیں۔ جب مولانا نورانی بار بار تنبیہ کر رہے تھے کہ سندھ میں راجستھان کی سرحد سے بھارتی ایجنٹ داخل ہو رہے ہیں لہٰذا سندھ راجستھان سرحد کو بند کر کے فوجی نگرانی میں دے دیا جائے تو اس وقت اس مطالبہ پر کیوں توجہ

باقی صفحہ ۵۰ پر

مترجمہ، ڈاکٹر توفیق احمد

کھربوں روپے کا بجٹ پاکستان کے غریب عوام کو کیا دے گا؟

[illegible]

> اگر ہم نے اضافہ آبادی کو نہ روکا
> تو ایک دن ایسا آئے گا کہ
> فی کس آمدنی میں کوئی
> حقیقی اضافہ باقی نہ رہے گا!

[illegible]

پرریٹ ہوٹل پر اسمگلنگ کرتے ہیں جبکہ بہت سارے ایسے سرکاری افسران بھی ہیں جو بڑے اسکینڈل پر کرپشن میں ملوث ہیں ایسے پولیس افسران بھی ہیں جو تاوان وصول کرنے کے لئے اغوا اور ڈکیتیوں کی وارداتوں میں شریک رہتے ہیں۔

سماجی دشمن ان گروہوں نے صرف ناجائز ذرائع سے بے پناہ دولت اکٹھی کی بلکہ اس کو بے دریغ خرچ کر کے اشیاء کی قیمتوں میں بھی اضافہ کیا۔ ایک عام پاکستانی ان کی ان دونوں ناجائز حرکات کا دہرا نشانہ بنا ہے۔ اس کے پاس اس سے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے اور معاشرہ میں ایسی حرکتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔

اگر ہم نے جناب غلام اسحٰق خان کی خواہش کے مطابق قومی فی کس آمدنی میں اضافہ کر بھی لیا تو اس سے عوام کی فلاح و بہبود کی کوئی بہتر صورت حال پیدا نہ ہو سکے گی جہاں تک معیار زندگی میں اضافہ کا تعلق ہے ماہر معاشیات پال سامسن کے مطابق یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب معاشی فوائد ہر فرد کو حاصل ہوں۔ اگر ہم اپنی کم آمدنی میں سے بھی ملاوٹ کی اشیاء کھانے کے بعد ایک معقول رقم اپنے علاج معالجہ پر خرچ کریں، گھر سے کام کی جگہ اور کام کی جگہ سے گھر آنے جانے کے لئے ٹرانسپورٹ پر اچھے خاصے پیسے خرچ کریں۔ اپنی آمدنی کی بڑی رقم بچوں کی تعلیم پر صرف کریں کیونکہ سرکاری اسکولوں میں اچھی تعلیم میسر نہیں ہے اپنی آمدنی کا بڑا حصہ اپنی حفاظت اور یہاں تک کہ پینے کے پانی کے حصول پر خرچ کریں تو قومی فی کس آمدنی میں اضافہ کا دعویٰ ایک سراب سے زیادہ کچھ نہیں

اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کے ادارہ نے ڈاکٹر محبوب الحق کی مدد سے انسانی ترقی پر ایک رپورٹ مرتب کی ہے اس رپورٹ میں کل قومی پیداوار (GNP) یا فی کس پیداوار میں اضافہ پر روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ بلکہ انسانی ترقی کے حالات اور ان شعبوں کا ذکر کیا گیا ہے جو معیار زندگی کو بلند کرتے ہیں۔ ۱۹۹۰ء کی اس رپورٹ میں جو اب ہر سال شائع ہوا کرے گی انسانی ترقی کی تشریح کی گئی ہے جو در اصل انسانی حالات کی بہتری میں پوشیدہ ہے اسے آسان الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسانی حالات میں بہتری ہی انسانی ترقی ہے۔

رپورٹ کے مطابق ۱۳۰ ممالک میں جاپان انسانی ترقی کے شعبہ میں سرفہرست ہے اس کے بعد سویڈن، سوئیزرلینڈ، ہالینڈ اور ناروے کا نمبر آتا ہے۔ امریکہ کا انیسواں نمبر ہے جو اسپین اور اٹلی کے بعد آتا ہے حالانکہ امریکہ کی فی کس آمدنی سوئیزرلینڈ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔

رپورٹ میں پیدائش کے وقت بچے کی زندگی کا محفوظ ہونا، تعلیم بالغاں کی شرح فی کس کل قومی پیداوار اور سرکاری کل قومی پیداوار کو بنیاد بنا کر انسانی ترقی کے معیار کا تعین کیا گیا ہے پاکستان کا بھارت کے بعد چھیانواں نمبر ہے جبکہ بھارت کی آبادی پاکستان سے آٹھ گنا زیادہ ہے اور اس کی فی کس آمدنی (PER CAPITA INCOME) بھی پاکستان سے کم ہے۔ بھارت میں تعلیم کی شرح پاکستان سے زیادہ ہے۔ اور وہاں کی اوسط عمر بھی ۵۹ سال پاکستان کے ۵۸ سال سے ایک سال زیادہ ہے پاکستان میں ۱۵۴ فوجی ہیں اور اس کے مقابلہ میں ۱۰۰ انجینئرز ہیں جبکہ بھارت میں ۲۸ فوجیوں کے مقابلہ میں ۱۰۰ انجینئرز ہیں بھارت میں تعلیم کی شرح ۴۳ فیصد ہے جبکہ پاکستان میں ۳۰ فیصد ہے۔

ڈاکٹر محبوب الحق کی بنائی ہوئی فہرست متنازع ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں انسانی ترقی کی بنیاد پر ترتیب ترتیب کی گئی ہے کہا جاتا ہے کہ یہ ایک موضوعاتی رپورٹ ہے اور بحث کے دروازے کھول سکتی ہے مستقبل میں آنے والی رپورٹیں شاید حقیقی صورت حال کی نشاندہی کر سکیں۔

پاکستان میں بیک وقت اقتصادی عسرت اور اخلاقی پستی پائی جاتی ہے۔ دوسری جانب تعلیم کی شرح کم ہونے معیار تعلیم ناقص ہونے، صحت کی سہولتوں کا ناکافی ہونے اور ٹرانسپورٹ کے نظام میں خرابی اور کمی کی وجہ سے پاکستان میں زندگی بہت دشوار گزار ہے۔

مذکورہ بالا معاشی اور سماجی حقائق کی روشنی میں پاکستانی عوام کے لئے کھربوں روپیہ کا بجٹ بے معنی ثابت ہوگا اصل چیز قوت خرید ہوتی ہے کون کتنے روپیہ پاتا ہے یہ اہم نہیں ہوتا بلکہ اہم یہ ہوتا ہے کہ اتنے روپیہ سے کون، کتنا کچھ خرید سکتا ہے اور زندگی کی کتنی سہولتیں حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ہم نے اضافہ آبادی کو نہ روکا تو ایک دن ایسا آئے گا کہ فی کس آمدنی میں کوئی حقیقی اضافہ باقی نہیں رہے گا۔ ہمیں زیادہ بہت زیادہ سرمایہ کاری اور آبادی پر کنٹرول حاصل کر کے قومی معاشی پیداوار میں اضافہ کرنے کی بھرپور کوششیں کرنا چاہیئں۔ اس کے ساتھ ساتھ روپیہ کی قیمت کو مستحکم کر کے اس کی قیمت کو گرنے سے بچانے کی سعی بھی کرنا چاہیئے۔ تبھی ہماری زندگی کا معیار تیزی سے بلند ہو سکتا ہے۔

(بشکریہ "ڈان")

بقیہ : وحاپی سنگھ

رہے ہیں لوگوں کو قتل کر رہے ہیں۔ یہ سلسلہ بھارت نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت شروع کیا ہے۔

کراچی اور حیدرآباد میں کنٹرول کر لیا گیا ہے فوج سول انتظامیہ کی مدد کر رہی ہے ہم نے ان کو دہشت گردوں کی فہرستیں دے دی ہیں۔ وزیر اعظم نے کہا کہ جب گورنر راج کے نفاذ کی بات کی گئی تو میں نے کہا کہ میں اس کے لئے بھی تیار ہوں آئین اور قانون کے مطابق مسائل حل ہونے چاہئیں انہوں نے کہا کہ سندھ میں دہشت گردی کے واقعات میں ڈرگ مافیا بھی ملوث ہے۔ انہوں نے کہا کہ دہشت گردوں کو کسی صورت میں نہیں چھوڑا جائے گا۔ اگر سندھ کے مسئلہ کے حل کے لئے ہمیں اقتدار بھی چھوڑنا پڑا تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔

وزیر اعظم کی یہ پریس کانفرنس پڑھ کر اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تمام معاملات کو بخوبی جانتی ہیں اور ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ سندھ میں قتل عام کرنے اور دہشت گردی کرنے والے کون لوگ ہیں اور اسلحہ کے ڈھیر کن کن علاقوں میں موجود ہیں۔

یہ تمام حالات معلوم ہونے کے باوجود فوج، رینجرز، اور پولیس کی فورس موجود ہونے کے ساتھ بھی اگر حکومت ان لوگوں پر کنٹرول نہ کر سکی تو یہ پاکستان کے عوام کے لئے لمحہ فکریہ ہوگا۔

دہشت گردوں پر قابو پانے کے لئے حکومت کو بغیر کسی تفریق کے عمل کرنا چاہیئے خواہ ملک دشمن عناصر کا تعلق ان کی اپنی ہی پارٹی سے کیوں نہ ہو۔ اس موقع پر محب وطن پارٹیوں اور عوام کو بھی یہ چاہیئے کہ وہ پاکستان بچاؤ تحریک میں دہشت گردی کے خلاف ملک دشمن عناصر کا قلع قمع کرنے میں حکومت کا بھرپور ساتھ دیں کیونکہ دہشت گرد صرف دہشت گرد ہوتا ہے خواہ وہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو اور کوئی بھی زبان بولتا ہو۔

چیدہ اشعار

شعاع علم سے روشن ہو تیرا مستقبل
خدا کرے تیرا گلشن سدا بہار رہے

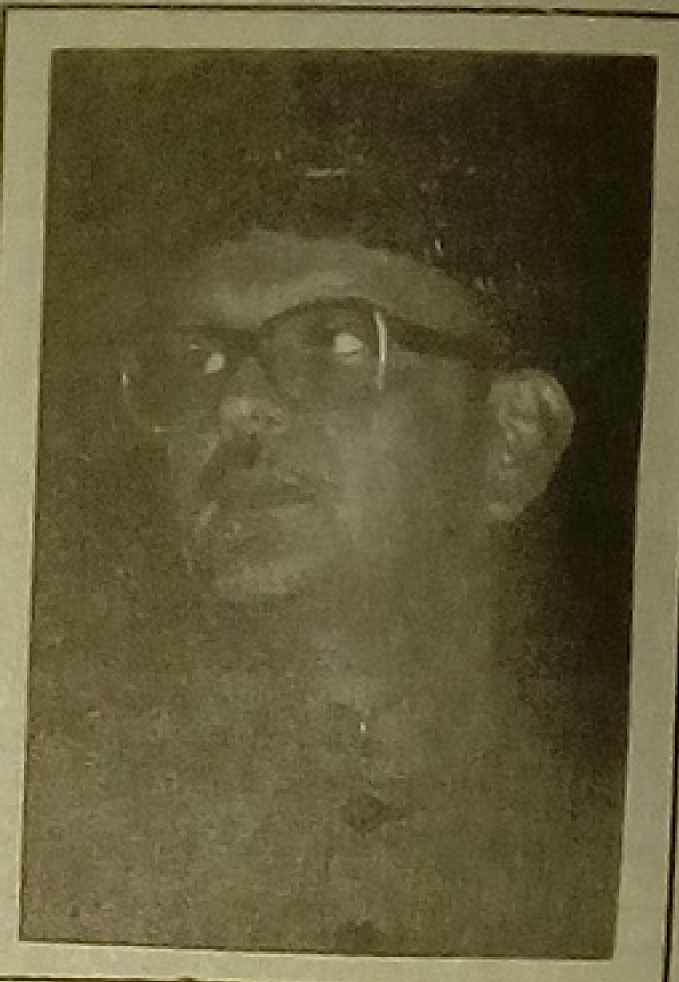
نصرت سلطانہ — لانڈھی

وہ نہ ڈوبا، نہ ڈوبے گا، نہ ڈوبا ہوگا
ڈوبتے وقت تجھے جس نے پکارا ہوگا

انصار الہ آبادی — کورنگی

میہم میں جمہوریت کا جنازہ نکل گیا





میہم میں جمہوریت کا جنازہ نکل گیا۔ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں جمہوریت سے اور عوام سے ایسا مذاق پہلے کبھی نہیں ہوا جیسا کہ ہریانہ میں جنتادل کے سپوت اور دیوی لال کے چہیتے اوم پرکاش چوٹالا کے ہاتھوں ہوا ہے۔ چوٹالا کو ناجائز غیر جمہوری طریقہ سے راتوں رات وی پی سنگھ کے آشیرواد سے ہریانہ کا وزیر اعلیٰ بنایا گیا۔ یہ سودا دیوی لال کے ذریعہ جھوٹ بول کر وی پی سنگھ کو وزیر اعظم بنانے کے بدلے میں ہوا تھا۔ لیکن چوٹالا ہریانہ اسمبلی کے ممبر تک نہیں تھے۔ اس لئے اسمبلی کا ضمنی انتخاب ہریانہ میں میہم نام کی اسمبلی سیٹ سے کرایا گیا۔ اس انتخاب میں جنتادل کے اہم ترین ستون چوہدری دیوی لال عرف تاؤ اور ان کے بیٹے چوٹالا نے کھلم کھلا دہشت گردی مچائی کر بڑے بڑے ڈاکو اور بدمعاش ان کے سامنے پانی بھرتے نظر آئے۔

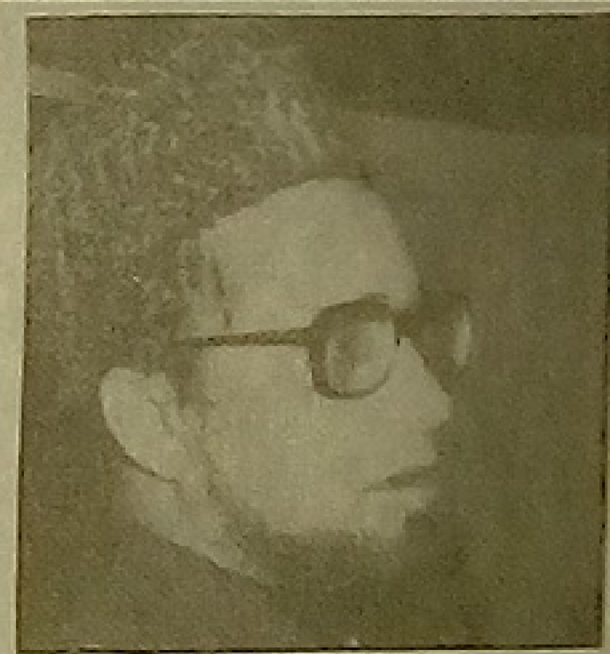
پولیس کے ہاتھوں درجنوں افراد کو قتل کیا گیا۔ پولیس اسٹیشنوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ غرضیکہ جو کچھ کشمیر اور پنجاب کے دہشت گردوں نے نہیں کیا وہ اس حکومت کے آقاؤں نے دن دہاڑے پولیس کی مدد سے کیا۔ جب اخبار والوں نے ان واقعات کی تصویریں لینے کی کوشش کی تو ان کے سر پھاڑ دیئے گئے۔ کیمرے چھین لئے گئے۔ میہم میں جو ہوا سو ہوا سب سے شرمناک اور افسوسناک بات یہ ہے کہ کل تک جمہوریت، انصاف اور ایمانداری کی دہائی دینے والے وی پی سنگھ اور ان کے جنتادل کے ساتھیوں کے منہ سے اُف نہ نکلی۔ چوٹالا کو گرفتار کر کے وزیر اعلیٰ کے عہدے سے ہٹانا تو دور کی بات ہے اس کی مذمت تک کرنے کی ہمت نہیں کی گئی کیونکہ ایسا کرنے میں وی پی سنگھ کو اپنی کرسی ہلتی نظر آئی۔ کل تک یہ دعویٰ کرنے والے کہ وہ کرسی کی پرواہ نہیں کرتے اور بی جے پی کی مدد سے حکومت بنانے کے بجائے اپوزیشن میں بیٹھنا پسند کریں گے آج کسی بھی قیمت پر کرسی پر جمے رہنا چاہتے ہیں۔ بہر حال الیکشن میں بے ایمانیوں کے لئے میہم کا انتخاب الیکشن کمیشن نے رد کر دیا۔ حالانکہ یہ بھی اوم پرکاش چوٹالا کو فائدہ پہنچانے کے لئے کیا گیا۔ اب وہاں دوبارہ الیکشن ہونا تھا۔ مگر ۱۷ مئی کو میہم میں ایک امیدوار امیر سنگھ کا قتل کر دیا گیا تاکہ الیکشن ملتوی کر دیا جائے صرف یہی نہیں قتل کا الزام چوٹالا کے مخالف امیدوار آنند سنگھ ڈانگی کے سر ڈال دیا گیا اور اس کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے گئے۔ چند گھنٹے کے اندر وزیر اعلیٰ چوٹالا کی پولیس آنند سنگھ ڈانگی کو گرفتار کرنے اس کے گاؤں مدینہ پہونچ گئی اور جب ڈانگی ان کے ہاتھ نہیں لگا تو اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ ایک ۱۶ سال کی لڑکی اور ایک بوڑھی عورت سمیت ۳ افراد کو موقعہ واردات پر ختم کر دیا۔ درجنوں کو زخمی کر دیا۔ اخبار والوں کو مارا پیٹا گیا۔ پولیس نے ہر وہ ظلم کیا جو عام طور پر وہ اقلیتوں اور ہریجنوں پر روز ڈھاتی رہتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہاں خود جاٹ پولیس کے مظالم کا نشانہ بن رہے تھے۔ میہم کے اس واقعہ سے پورے ملک کا سر شرم سے جھک گیا ہے۔ اس جنتادل شروع سے ہی آپس میں تو تو میں میں اور کئی گروہوں میں بٹا ہوا ہے۔ اب دیوی لال کے مخالف گروہ میہم کے تمام واقعات کی ذمہ داری سے زیادہ شرمناک بات یہ ہے کہ پارلیمنٹ کے اندر جنتادل کے ممبر سینہ ٹھوک کر اوم پرکاش چوٹالا کی ان حرکتوں کی حمایت کر رہے تھے۔

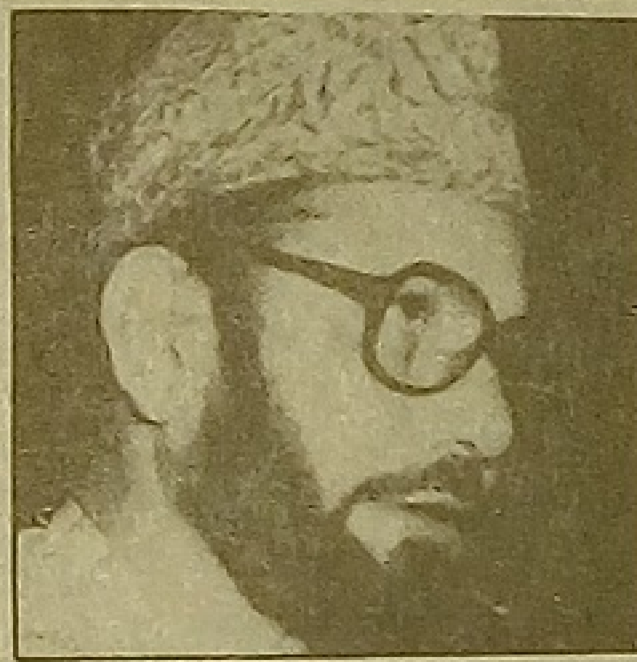
باقی ص ۴۴ پر

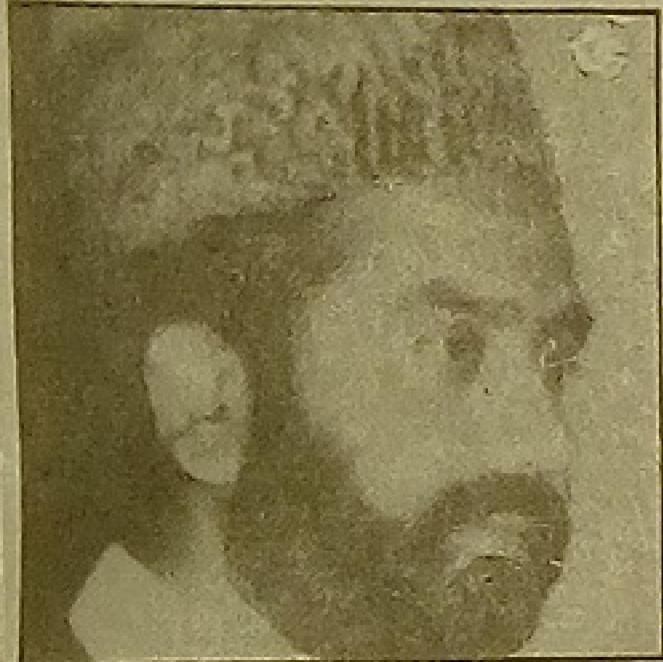
جنتادل شروع سے ہی آپس میں جرائم پیزاز کے سبب کئی گروہوں میں بٹا ہوا ہے

جمعیت علماء پاکستان کی امن مذاکراتی ٹیم کی تجاویز

حکومت سندھ نے صوبے میں قیام امن کے مسئلہ سے نپٹنے کے لئے ۶ جون ۹۰ء کو سیاسی جماعتوں پر مشتمل آل پارٹیز کانفرنس منعقد کی اس سلسلے میں جمعیت علماء پاکستان کو شرکت کا باقاعدہ دعوت نامہ بھیجا گیا تھا جے یو پی نے کانفرنس میں شرکت کے لیے سینئر نائب صدر پروفیسر شاہ فرید الحق، مرکزی شوریٰ کے رکن محمد احمد صدیقی اور صوبہ سندھ کے جنرل سیکریٹری محمد عثمان نوری پر مشتمل ایک وفد تشکیل دیا، وفد کی قیادت شاہ فرید الحق نے کی اور انہوں نے مندرجہ ذیل تجاویز قیام امن کے سلسلے میں کانفرنس میں پیش کیں جو ہم قارئین احوال کی معلومات کے لئے شامل اشاعت کر رہے ہیں۔
(ادارہ)







مختصر المیعاد تجاویز

"ا"

۱ ـــــ صوبہ سندھ سے بلا امتیاز ناجائز اسلحہ ضبط کیا جائے۔

۲ ـــــ سندھ میں مختلف طبقوں کو احساس ہو کہ حکومت سندھ سب کے ساتھ انصاف کر رہی ہے اور حکومت سندھ غیر جانبدار ہے، سندھ میں امن عامہ کے قیام کے لیے انتظامیہ فوری اور ضروری اقدامات کرنے کے سلسلے میں صوبہ میں رہنے والے تمام طبقات کو یقین دلائے کہ سب کے ساتھ انصاف ہو رہا ہے اور حکومت بالکلیہ طور پر غیر جانبدار ہے۔

۳ ـــــ سندھ یونیورسٹی اولڈ کیمپس حیدرآباد میں ایم اے اور ایم ایس سی کی کلاسز کا فوری طور پر اجراء۔

۴ ـــــ موجودہ صورتحال کے تحت شہری اور دیہی علاقوں کے منتخب نمائندوں کے آپس میں مذاکرات ضروری ہیں۔

۵ ـــــ کراچی میں نوابشاہ کی طرح گرلز میڈیکل کالج کا قیام جو عباسی ہسپتال سے ملحق ہو۔

۶ ـــــ حیدرآباد کے ڈگری کالجوں میں پوسٹ گریجویٹ کلاسز کا فوری طور پر اجراء۔

۷ ـــــ حیدرآباد میں پولی ٹیکنک کالج میں انجینئرنگ کی کلاسوں کا فوری طور پر بندوبست۔

۸ ـــــ کراچی، حیدرآباد اور اندرون سندھ تعلیمی امن وامان کو برقرار رکھنے کے لیے مناسب سیکورٹی کا انتظام۔

۹ ـــــ طالبات کو مقامی شہروں میں، داخلہ دیا جائے، اسلامی نقطہ نظر سے بھی یہی بات درست ہے، طالبات جو دوسرے شہروں میں فی الوقت تعلیم حاصل کر رہی ہیں، فوری طور پر ان کے اپنے شہروں میں داخلہ دلانے کا بندوبست کیا جائے۔

۱۰ ـــــ اندرون سندھ طلبا کا تحفظ کیا جائے اور ان کے امتحانات کیلئے ان شہروں میں بندوبست کیا جائے۔

۱۱ ـــــ ایف آئی آر میں درج تمام ملزموں کو فوری طور پر گرفتار کر کے قانون کے مطابق سزا دی جائے، گرفتار نہ ہونے والوں کو اشتہاری ملزم قرار دیا جائے [illegible] جاری کئے جائیں اور ان کے جرائم کی تفصیلات شائع کی جائیں۔

"ب"

۱ ــــــ کراچی اور حیدر آباد کو آفت زدہ علاقہ قرار دے کر ٹیکسوں پر چھوٹ دی جائے۔

۲ ــــــ کراچی میں صنعتوں کے قیام کے لئے تمام پابندیاں فوری طور پر منسوخ کی جائیں۔

۳ ــــــ صنعتوں کی بحالی کے لئے قرضہ دینے والے اداروں، بینکوں و دیگر ایجنسیوں کو حکم دیا جائے کہ قرضہ کی سہولت کو آسان بنائیں، قرضوں کی بحالی کریں اور ساتھ ساتھ قرضوں کی واپسی میں سہولت اور مہلت فراہم کریں۔

۴ ــــــ کراچی اور حیدر آباد کے مخصوص حالات کے تحت ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن قرض خواہوں کو مراعات اور مہلت دے۔

۵ ــــــ سانحۂ حیدر آباد و کراچی کی ہائی کورٹ کے ذریعے جوڈیشل انکوائری کرائی جائے

۶ ــــــ سانحۂ حیدر آباد و کراچی کے متاثرین کو معاوضہ ادا کیا جائے۔

۷ ــــــ اندرون سندھ سے شہروں اور شہروں سے اندرون سندھ نقل مکانی کو ختم کرنے کے لئے تھانوں کی حدود میں امن کمیٹیاں قائم کی جائیں، امن کمیٹیوں میں معزز افراد کو شامل کیا جائے۔

۸ ــــــ ڈاکوؤں اغوا کرنے والوں، تاوان حاصل کرنے والوں کا فوری طور پر قلع قمع کیا جائے۔

۹ ــــــ کراچی اور حیدر آباد میں عقوبت خانوں کو ختم کیا جائے

۱۰ ــــــ ڈاکوؤں اور دہشت گردی و تباہی پھیلانے والوں اور ان کے سرپرستوں پر بلا امتیاز سخت کارروائی کی جائے اور قانون کے مطابق سخت سے سخت سزا دی جائے۔

۱۱ ــــــ علاقوں میں امن و امان کے قیام کی تمام تر ذمہ داری انتظامیہ پر عائد ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں غفلت کے مرتکب ہر سطح کے ذمہ دار اہلکاروں کو قانون کے مطابق سزا دی جائے۔

"ج"

۱ ــــــ ریٹائرڈ ججز پر مشتمل ایک کمیشن قائم کیا جائے جو تمام محکموں کی جانچ پڑتال کرے کہ آیا کوٹے کے مطابق عملدرآمد ہو رہا ہے یا نہیں اور کم مدت میں اپنی رپورٹ پیش کرے جس پر فوری طور پر عمل کیا جائے

۲ ــــــ اندرون سندھ کے کوٹے پر داخلہ دیئے ہوئے طالب علموں (ڈاکٹرز اور انجینئرز) کو اندرون سندھ ہی تعینات کیا جائے۔

۳ ــــــ بھارتی تخریب کاری کو روکنے کے لیے فوری طور پر راجستھان سیکٹر کو سیل کیا جائے۔

۴ ــــــ بیرونی تخریب کاروں کی بیخ کنی کی جائے۔

طویل المعیاد تجاویز

۱ ــــــ لسانی بنیادوں پر قائم ہونے والی تنظیموں سے آئین کی روشنی میں نمٹا جائے۔

۲ ــــــ نظریہ پاکستان اور اسلام کے خلاف شائع ہونے والے لٹریچر پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔

۳ ــــــ ذرائع ابلاغ عامہ کے ذریعے اسلام اور نظریۂ پاکستان کے فروغ کے سلسلے میں زیادہ سے زیادہ کام لیا جائے۔ تاکہ ملک میں اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم ہو سکے۔

۴ ــــــ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے قیام پاکستان کے مقاصد کو مؤثر انداز میں پیش کیا جائے۔

۵ ــــــ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے قیام پاکستان کے سلسلے میں برصغیر کے مسلمانوں پر زیادتیوں کو اجاگر کیا جائے۔

۶ ــــــ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے تحریک پاکستان کے رہنماؤں کی تاریخی جدوجہد اور قربانیوں سے نئی نسل کو آگاہ کیا جائے۔

۷ ــــــ قیام پاکستان کے خلاف انگریز اور ہندو سامراج کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کو بے نقاب کیا جائے

۸ ــــــ لسانی بنیادوں پر قائم صوبہ سندھ میں تمام تعلیمی اداروں میں تنظیموں کو غیر قانونی قرار دیا جائے تاکہ نوجوان نسل پروان چڑھیں

۹ ــــــ ۱۹۷۲ء کے معاہدے کو عملی جامہ پہنایا جائے

۱۰ ــــــ لوگو پرستی سے عمل کیا جائے، غلط طور پر ڈومیسائل حاصل کر کے ملازمتیں حاصل کرنے والوں کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا جائے۔

امریکی جیلوں میں اسلام کی مقبولیت

ورجینیا کی جیل کے ہال میں ہر اتوار کو مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔

تحریر، ڈاکٹر حسن علی شہزیب (واشنگٹن)

رمضان کی آمد تھی کہ یکایک ہمیں یہاں کی ملحقہ ریاست ورجینیا سے ایک دعوت نامہ ملا جس میں ورجینیا کی ایک جیل میں قیدیوں سے ملاقات کے لئے کہا گیا تھا قصہ کچھ یوں تھا کہ مسلمانوں کی ایک تنظیم جس کی صدارت ہمارے پاس تھی اور ایک اور تنظیم مسلم ڈیولپمنٹ کارپوریشن گزشتہ برسوں میں میری لینڈ اور ورجینیا کی جیلوں میں مسلمان قیدیوں کو وقتاً فوقتاً اسلامی لٹریچر، قرآن مجید، اسلامی کیلنڈر اور سحر و افطار وغیرہ کے اوقات بھجواتی رہی ہے۔ بقر عید کے موقع پر قربانی کا گوشت بھی ایک آدھ بار بھجوایا۔ شاید اس نے کچھ ہم لوگوں کو با اعتبار بنا دیا۔ ہم سرکاری طور پر جیل خانے گئے تاکہ قیدیوں سے بنفس نفیس ملاقات کریں۔ اگرچہ فاصلہ دو سو میل کا تھا اور صبح کے ۹ بجے پہونچنا تھا گویا گھر سے روانگی ۵ بجے۔ اتوار کے روز صبح ساڑھے چار بجے اٹھنے کا تصور ہی ہولناک ہے مگر ہمارے بزرگ دوست مسلم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے صدر جناب معراج صدیقی اس عمر میں بھی بلا کے کڑیل جوان ہیں اور اچھے اچھے جوانوں کو غیرت دلا دیتے ہیں پھر اس موقع پر تو چونکہ ایک خاص قسم کی دلچسپی بھی ہو چلی تھی اور جیل جانے کی کتنا جوش مار رہی تھی لہٰذا حامی بھر لی لیکن مسئلہ اتنا آسان بھی نہ تھا۔ ایک ہفتہ پہلے ہم دونوں کو اپنا نام جیل کے آفس میں رجسٹر کروانا تھا۔ گو یہ کام ٹیلیفون پر ہی ہو گیا گر پوری تفصیل دینی پڑی کہ نام کیا ہے۔ پیشہ کیا ہے، گھر کا پتہ کیا ہے۔ کون کون سے تحائف اندر لے کر جانا ہے وغیرہ وغیرہ۔

متعلقہ اتوار کو صبح صبح نکل کھڑے ہوئے۔ عجیب و غریب دن تھا۔ سخت سردی، کہرا، کہر اور دھند۔ واشنگٹن کے موسم نے بھی عجیب پلٹا کھایا۔ مارچ کے پہلے دو ہفتوں میں تو ایسی گرمی پڑی کہ لگتا تھا کہ جون جولائی کا مہینہ ہو، پھر جو برف باری اور سردی ہوئی تو دسمبر جنوری یاد آ گیا محاورتاً تو اس تبدیلی کو محبوب کے مزاج سے تشبیہ دیتے ہیں مگر یہاں صورت اتنی مختلف ہوتی ہے کہ اس موسم کی تبدیلی کا ہفتہ بھر پہلے اعلان ہو گیا تھا۔ ورجینیا میں ہمارا رخ "رولنگ" کی جانب تھا راستہ انتہائی خوبصورت شنن ڈوہا کی وادی سے ہو کر گذرتا ہے جس کے پہاڑ ساڑھے تین ہزار فٹ بلند ہیں اور انتہائی سرسبز۔ یہ اس علاقے کا مقبول ترین پُر فضا مقام ہے جس میں ہزاروں ہرنوں سمیت بے شمار پرندے اور خوب صورت نظارے ہیں۔ صبح کے ۹ بجے ہم دونوں جیل کے دروازے پر تھے۔ یہاں جیلوں کو کرکشن سینٹر یعنی مرکز اصلاح کہتے ہیں جب پارکنگ لاٹ میں کار کھڑی کی تو ایک نوٹس ملا کہ اپنی تمام جیبیں جھاڑ کر آئیے صرف ایک عدد شناختی چیز ساتھ لایئے۔ ہم کیمرہ وغیرہ ساتھ لے کر پہونچے تھے کہ کارکنوں کو تصویری سیر کرائیں گے۔ بہرحال جیبیں تو جھاڑ لیں البتہ کیمرہ ساتھ لے لیا کہ شاید جیلر کی نظر کرم ہو جائے۔ ساتھ میں حسب سابق اسلامی لٹریچر تھا۔ جب انچارج کے کمرے میں پہونچے تو معلوم ہوا کہ ہمارا ہی انتظار ہو رہا ہے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہم لوگ کوئی بہت بڑے مذہبی رہنما ہیں جو یہاں کے مسلمانوں میں بے انتہا مقبول ہیں لہٰذا بڑی عزت و احترام سے استقبال ہوا گو یہ عزت و احترام اپنی جگہ جیبوں اور جسم کی تلاشی میں کوئی رعایت نہ کی گئی۔ اسلامی لٹریچر کی ایک ایک کتاب کو جھاڑ کر دیکھا گیا کہ کہیں کوئی بلیڈ یا گولی اور تخریب کاری کی چیز تو نہیں ہے اور کیمرہ لے جانے کی اجازت کسی طور نہ ملی معلوم ہوا کہ اس کے لئے پیشگی اجازت لینا ہوتی ہے متعدد آہنی دروازوں سے ہوتے ہوئے ہم ایک ہال میں پہنچے جو درحقیقت ایک بہت بڑا کیفے ٹیریا تھا۔ عام طور پر جو قیدیوں سے ملاقات آتے ہیں انہیں اس کیفے ٹیریا میں ہی ملوایا جاتا ہے۔ اس کے آگے عام لوگوں کا جانا منع ہوتا ہے مگر چونکہ ہم لوگ خاص مہمان تھے پھر پاکستانی ہونے کی وجہ سے صاف پہچانے جا رہے تھے اس لئے فوراً ایک پولیس افسر نے بڑھ کر ہمارا استقبال کیا اور ہمیں ایک خاص دروازے سے نکال کر اصل جیل خانے میں پہونچا دیا۔ جونہی ہم کیفے ٹیریا سے باہر نکلے۔

امریکی جیلوں میں پانچوں اوقات کی نماز باجماعت ہوتی ہے

اسلام علیکم کی آوازوں نے ہمارا استقبال کیا۔ یہ دراصل جیل کے مسلمان قیدی تھے جو ہمارے انتظار میں کھڑے تھے۔ یہ جیل خانہ ایک بہت بڑا کمپاؤنڈ ہے جس کے اطراف خاردار تاروں کی باڑھ ہے۔ اندر بظاہر دنیا نارمل نظر آتی ہے۔ امریکہ میں قیدیوں کے بھی حقوق ہیں اس لئے ان کا رہن سہن خاصا صاف ستھرا ہوتا ہے مثلاً ایک باتھ روم کو تین سے چار قیدی استعمال کرتے ہیں اگر یہ تناسب بگڑ جائے تو انسانی حقوق والے شور مچا دیتے ہیں۔ مثلاً کمروں کا سائز اگر چھوٹا ہو یا ایک کمرے میں زیادہ قیدی ہوں تو ناانصافی جانی جاتی ہے پھر بھی آئے دن اخبارات اور ٹی وی پر قیدیوں کے معیار زندگی اور تکالیف پر بحث آتے رہتے ہیں۔

اتوار کے روز ورجینیا کی اس جیل میں ایک بڑے ہال میں صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ یہ خاص مذہبی سہولت مسلمان قیدیوں کے لئے ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے علیحدہ اجتماعات ہوتے ہیں۔ جونہی ہم لوگ ہال میں داخل ہوئے حاضرین نے یک زبان السلام علیکم کہا۔ ۳۴ افراد کا یہ مجمع دو کو چھوڑ کر تمام کا تمام سیاہ فام امریکیوں پر مشتمل تھا۔ ان دو میں ایک افغانی اور ایک عرب نژاد تھے۔ یہ تمام ۳۲ سیاہ فام نومسلم تھے جنہوں نے قید کے دوران اسلام قبول کیا۔ انہی میں سے ایک قیدی امام کے فرائض انجام دے رہا تھا ان کا نام علی حسن ہے۔ ہم نے یہ تو نہیں پوچھا کہ انہیں کس سلسلے میں قید ہوئی البتہ جرم یقیناً کوئی بڑا ہے کیونکہ انہیں ۲۰ برس قید میں رہنا ہے۔ تاہم قبول اسلام سے قبل کے علی حسن اور آج کے علی حسن میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ آج کا علی حسن سر سے پیر تک شرافت، حسن اخلاق، تحمل اور ڈسپلن کی تصویر ہے۔ پنج وقتہ نمازی علی حسن کا تمام فارغ وقت مذہبی کتابیں پڑھنے اور تبلیغ میں گذرتا ہے اور ان ۳۲ افراد کے علاوہ متعدد دوسرے قیدی علی حسن سے مذہبی اور اخلاقی درس لیتے ہیں۔ علی حسن نے نہ صرف اپنی مذہبی معلومات میں اضافہ کیا ہے بلکہ فن خطابت میں بھی کمال حاصل کیا ہے۔ جونہی ہم لوگ وہاں پہنچے علی حسن نے ہم دونوں کا بڑا زبردست تعارف کرایا اور حاضرین میں سے کئی موقع در موقع انشاءاللہ اور اللہ اکبر کی صدائیں لگاتے رہے۔ اس کے فوراً بعد علی حسن نے منبر ہمارے حوالے کر دیا۔ عجیب وغریب موقع تھا کالج کے اوقات میں جوشیلی تقریر کرنا اس میں جھوٹے سچے وعدے کرنا اور بات ہے مذہبی تقریر کرنا اور ہے۔ وہ تو لطف یہ ہے کہ اکثریت نومسلم معصوموں کی تھی۔ بہرحال پندرہ منٹ مائک پر بولنا محال ہو گیا۔ رمضان کی فضیلت پر چند باتیں کہہ ڈالیں چند الفاظ اسلام میں خدا اور انسان کے براہ راست تعلق پر کہہ دیئے جسے حاضرین نے کچھ حیرت اور کچھ دلچسپی سے سنا معراج صدیقی نے صرف دو منٹ میں یہ کہہ کر جان چھڑالی کہ آپ کے جو مسائل ہوں ہمیں بتائیں ہم حل کروانے کی کوشش کریں گے۔

اس کے بعد سوالات کا سیشن شروع ہوا اور ہمارے برابر علی حسن بھی کھڑے ہو گئے تاکہ کسی متوقع مشکل سے نکال سکیں۔ حاضرین کے سوالات

> **ابتدائی اسلامی معلومات پر مبنی لٹریچر کی بہت ضرورت ہے**

انتہائی سلجھے ہوئے اور حقیقت پسندانہ تھے اکثر کے جوابات علی حسن نے دیئے۔ یہ جان کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جیل میں پانچوں اوقات کی باجماعت نماز ہوتی ہے نماز سکھانے کے لئے علی حسن اور ان کے معاون عبدالرحمٰن علیحدہ کلاسیں لیتے ہیں۔ یوسف علی کا قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ ان کے لئے مشعل راہ ہے جو انہیں اسکی تنظیم نے فراہم کئے ہیں۔ ایک سوال جسے علی حسن نے بڑی خوبی سے نمٹایا وہ یہ تھا کہ کیا نماز عربی میں پڑھنا ضروری ہے کیونکہ نومسلم امریکیوں کے لئے سب سے بڑا مسئلہ عربی پڑھنا ہے۔ علی حسن نے کہا کہ اسلام کی رو سے عربی میں نماز پڑھنا ضروری ہے اور عربی جاننے کی کوشش کرنا فرض ہے تاہم عربی نہ جاننے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ پر نماز معاف ہو گئی۔ آپ محض خاموش کھڑے ہو کر بغیر کچھ پڑھے نماز ادا کر دیں اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی نماز قبول کرے گا پھر علی حسن نے ان حضرات کو پیشکش کی کہ وہ فارغ اوقات میں آ کر ان سے نماز سیکھیں۔

علی حسن اور عبدالرحمٰن بھی جیل کے حکام کے ان دعووں سے اتفاق کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کئی قیدی صرف اسی وجہ سے مسلمان ہو جاتے ہیں دل سے نہیں ہوتے تاہم ان کی کوشش ہوتی ہے کہ انہیں دل سے مسلمان کر کے چھوڑیں۔ علی حسن اور عبدالرحمٰن تو اسلام کی اس روح کے ماننے والے ہیں کہ پہلے خود اپنی مثال قائم کرو تاکہ لوگ تم پر یقین کریں۔ چنانچہ ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جو متعدد قیدیوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ اکثر تو یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ان مسلمان قیدیوں کا چال چلن اتنا اچھا ہو جاتا ہے کہ انہیں پیرول پر رہائی مل جاتی ہے۔ جیلوں میں اسلام کا فروغ صرف ورجینیا کی اس جیل تک محدود نہیں بلکہ متعدد دوسری جیلوں میں بھی ہے میری لینڈ کی ایک جیل میں چند برس قبل ایک نوجوان قیدی نے اس جوش اور جذبے سے تبلیغ شروع کی تھی کہ لگتا تھا پوری جیل مسلمان ہو جائے گی۔ پھر اس کو پیرول پر رہائی مل گئی تاہم وہاں کام جاری رہا اور وہاں بھی باقاعدہ نماز ہوتی ہے بعد میں ادھر ادھر تفتیش کرنے سے معلوم ہوا کہ کئی جیلوں میں یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس میں جہاں یوسف علی کا قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کام دے رہا ہے وہیں سیاہ فام مسلمان رہنما لوئیس فرخان کا گروپ بھی بہت اچھا مصروف عمل ہے۔ تاہم وسائل کی کمی کی وجہ سے یہ نیٹ ورک اتنا کچھ نہیں کر پا رہا جتنی کہ ضرورت ہے۔ تبلیغ اسلام کے لئے امریکہ اور خاص کر سیاہ فام امریکی ایک بہت بڑا منبع ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ پاکستان سے بھی روشن خیال تبلیغی مشن جو انگریزی سے واقفیت رکھتے ہوں اس نیک کام کے لئے آئیں۔ ایک اور ضروری چیز انگریزی زبان میں قرآن مجید کے تراجم کی فراہمی ہے۔ اس کے علاوہ ابتدائی اسلامی معلومات پر لٹریچر کی بھی خاصی ضرورت ہے جو تھوڑا بہت لٹریچر ہم لوگ اکٹھا کر پاتے ہیں وہ ناکافی ہے اور یہاں معراج صدیقی جیسے بیسیوں جوشیلے لوگ امریکہ کے طول وعرض میں پھیلے ہیں جو مہینے دو مہینے میں ایک بار اپنی اتوار کی نیند قربان کرنے کو تیار ہیں۔ خود ہمارے لئے یہ تجربہ اتنا تسکین بخش تھا کہ انشاءاللہ آئندہ بھی ایک آدھ اتوار وقف کریں گے اور اس بار زیادہ تیاری سے اور چند پڑھے لکھے لوگوں کی معیت میں جائیں گے۔

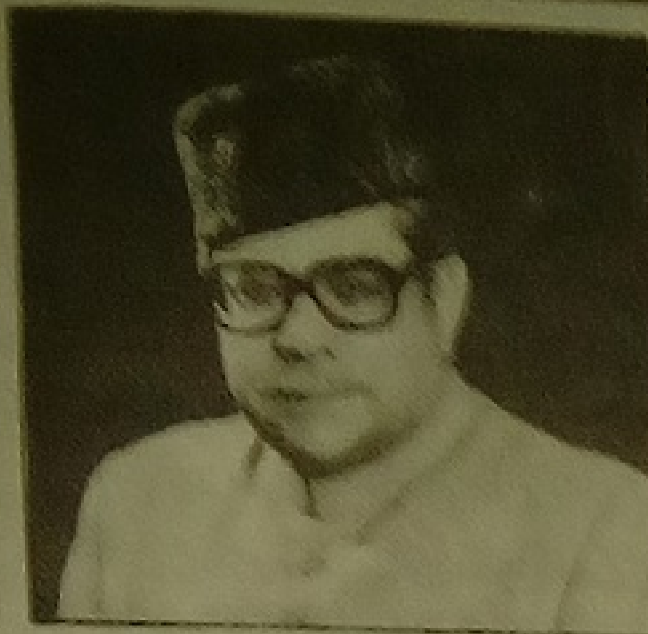
●●



صدر ـ مولانا شاہ احمد نورانی



سینئر نائب صدر ـ پروفیسر شاہ فرید الحق



مرکزی سیکریٹری جنرل ـ جنرل کے ایم اظہر

جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی عہدیداران کے انتخابات

(رپورٹ: نمائندہ لاہور)

۲۸ مئی کو [illegible] لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس [illegible] [illegible]

اس کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل صاحبزادہ محمد اکرم شاہ نے سابقہ اجلاس کی کارروائی [illegible]

اس کے بعد جمعیت علماء پاکستان سندھ کے جنرل [illegible] کے مطابق مرکزی عہدیداروں کا انتخاب کیا گیا۔

صدر: قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی (کراچی)

سینئر نائب صدر: پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب (سندھ)

۲۔ علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی صاحب (پنجاب)

۳۔ خواجہ محمد عبدالمنان صاحب تونسوی (تونسہ شریف)

۴۔ مخدوم نور محمد ہاشمی صاحب (رحیم یار خان)

۵۔ مولانا محمد قاسم صاحب بروہی (بلوچستان)

۶۔ پیر سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی (سرحد)

مرکزی ناظم اعلیٰ: جناب جنرل خواجہ محمد اظہر صاحب (لاہور)

ڈپٹی سیکرٹری جنرل: صاحبزادہ محمد اکرم شاہ صاحب (راولپنڈی)

مرکزی نائب ناظمین

۱۔ صاحبزادہ محمد اقبال اظہری (ملتان)

۲۔ پیرزادہ سید خلیل الرحمٰن چشتی (گوجرانوالہ)

۳۔ مولانا شبیر احمد ہاشمی صاحب (لاہور)

۴۔ مولانا محمد وارث صاحب (بلوچستان)

۵۔ صوفی محمد ایاز خان نیازی (سندھ)

۶۔ قاضی محمد حلیم حیدری (سرحد)

مرکزی سیکریٹری اطلاعات: پیر محمد احمد ہاشمی صاحب (لاہور)

مرکزی ناظم مالیات: چوہدری محمد یعقوب (لاہور)

شام کو جاری رہنے والے اجلاس میں ملکی سیاسی صورتحال پر غور و خوض کے علاوہ تنظیمی معاملات بھی زیر غور آئے۔ مختلف تنظیمی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں اور ۱۳ اہم قراردادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

۱۔ جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس سندھ کی بگڑتی ہوئی صورتحال انتہائی سنگین اور تشویشناک صورتحال پر اپنے انتہائی دکھ اور غم کا اظہار کرتا ہے۔ صوبہ سندھ اس وقت لاقانونیت۔ غنڈہ گردی۔ لوٹ مار، بربریت اور قتل و غارتگری کا مرکز بن چکا ہے۔ حکومت سندھ کا قانون نافذ کرنے والا ادارہ ناکام ہو چکا ہے۔ کراچی اور حیدرآباد میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ لسانی دہشت گرد تنظیموں کے اعمال حکومت کے غیر مؤثر اقدامات اور لاقانونیت ہی نیز پولیس کی متعصبانہ کارروائیوں نے پرامن شہریوں کی زندگی اجیرن بنا دی ہے بے گناہ مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ انتہا یہ ہو چکی ہے کہ عورتیں اور بچے بھی گولیوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ مرکزی مجلس شوریٰ ان حالات کو دیکھتے ہوئے صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ حالات کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے فوری طور پر امن بحال کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ شرپسندوں کی سرکوبی کے لئے فی الوقت کراچی اور حیدرآباد میں فوج کے مکمل تعاون سے امن کو بحال کیا جائے اور پرامن شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کی جائے۔

۲۔ سندھ کی سرحد فوراً بند کر کے کرفیو لگا دیا جائے۔ تمام لسانی، علاقائی دہشت گرد تنظیموں کی نگرانی کی جائے اور ان سے اسلحہ برآمد کیا جائے۔ پولیس کی ظالمانہ کارروائیوں اور اندھا دھند فائرنگ کی تحقیقات کر کے فوری طور پر کارروائی کی جائے۔ متاثرین کو فوراً معاوضہ ادا کیا جائے۔ ایسی تمام تنظیمیں جو نفرت اور عصبیت کو پھیلا کر اپنی سیاست

باقی صفحہ ۲۸ پر

ہم نئے عزم سے بنیادِ سحر رکھیں گے

وہ کونسی
باطل قوت ہے جو ہماری
صفوں میں آگھسی ہے

ہم مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ ہماری زندگی کی ابتدا سے لے کر انتہا تک اگر کوئی چیز حقیقی طور پر ہماری رہنمائی کر سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے کیونکہ اسلام درحقیقت بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے آیا ہے آمد اسلام سے پہلے انسانی وقار اور اخلاقی اقدار کس قدر نیست و نابود ہو چکے تھے کہ اس وقت کا انسان اپنے ہی ہاتھوں ظلم و ستم کی چکی میں پس کر اس قدر بکھر چکا تھا کہ وجود احترام انسانیت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہر طاقتور ظالم، مظلوم کے حقوق کو غصب کرنا اپنا حق سمجھتا تھا قتل و غارتگری فتنہ و شر انگیزی، بدکاری، بے حیائی و فحاشی اور سب سے بڑھ کر قبائلی تعصبات کی بنا پر چھوٹی چھوٹی باتوں پر انسانی جانوں کا قتل کرنا مردانگی کا نشان سمجھا جاتا تھا اس وقت انسان ظلم و ستم، استبداد کے شکنجے میں بری طرح پھنسا ہوا تھا۔ اپنی بے ربط زندگی کی وجہ انسان ہونے کے باوجود انسان کہلانے کے لائق نہیں تھا۔ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"ان لوگوں کی زندگی جانوروں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر تھی۔ ان تمام خرابیوں کی سب سے بڑی وجہ یہ ہی تھی کہ اس وقت احترام انسانیت اس کی جان و مال و عزت و آبرو کا کوئی واضح قانون نہ تھا جو اس کی عزت و عظمت کے وقار کو پروان چڑھا سکے۔

اسلام کی آمد قدرت کا ایک بہت بڑا احسان انسانیت پر جب ایک ایسا آفتاب طلوع ہوا جس کی پرنور روشنی سے رات کی سیاہی نور سحر میں تبدیل ہو گئی۔ انسانی زندگی کے پیمانے بدل گئے۔ جوں جوں اسلام کی حقانیت کو دل و جان سے حفظ جاں بنتے ہوئے اس روشنی کو اپنے سینوں میں اتارتے گئے اور دلوں میں بساتے گئے تو تشنگان ہوئے لبوں پر صلح و امن آشتی کا پیغام نغمہ ریز ہوا بھٹکے ہوئے ذہنوں کو گویا راہ ہدایت مل گئی جو زندگی کا ڈھنگ اپنا نہ تھی جو خود کو تحفظ نہیں دے سکتی تھی وہ دوسروں کے لئے زندگی کی ضمانت بن گئی اور بجا طور پر یہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں بھری ہستی ہے جس کے طفیل انسان کو یہ امتیاز ملا کہ اس کو اشرف المخلوقات جیسے عظیم رتبہ پر فائز کیا گیا۔ جہاں مسلمانوں کو یہ بتا دیا گیا۔ انسانی جان اور اس کی عزت و آبرو کا احترام جزو ایمان ہے۔ نسل انسانی کو ختم کرنا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا اور تمام مسلمانوں سے یہ وعدہ لیا گیا حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جان لو کہ تمہاری جان و مال تمہاری آبروئیں تمہارے لئے اسی طرح حرام و محترم ہیں جس طرح آج کا یہ دن تمہارے اس محترم شہر اور اس قابل احترام مہینہ میں حرام و محترم

محمد عمران اقبال

ہے۔ خیال رہے میرے بعد ایسے گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس میں لڑنے لگو اور ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں کہ نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر تم سب آدم کی اولاد ہو اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔ سوا لاکھ کے مجمع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے جس کا اقرار وہاں موجود تمام لوگوں نے کیا۔ اور اسی موقع پر وحی نازل ہوئی "آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو منتخب کر لیا۔

کیا انسانی عزت و عظمت کا اس سے بڑھ کر کوئی سبق انسانیت سیکھ سکتی ہے۔ جہاں ایمان و اسلام کے بعد اگر کوئی لائق توجہ ہے تو صرف اور صرف انسانی جان اور اس کی عزت و آبرو ہے۔

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بحیثیت مسلمان جب ہم اپنے معاشرہ کی طرف دیکھتے ہیں تو آج مسلمان، مسلمان کو کس طرح کاٹ رہا ہے ایک ایسا ملک جو اسلام جیسے پاکیزہ اور مقدس مذہب کے نام پر وجود میں آیا ہے۔ اس کے باوجود ہم گوناگوں شدید بحرانوں میں مبتلا ہے۔ آج ہماری کیفیت یہ ہے انسانی عزت و عظمت کے تحفظ کی قسم کھانے والے ان تمام وعدے و عہد کو بھول گئے کہ آج ہم کسی کافر یا دشمن قوم سے نہیں بلکہ اپنے ہی ہم وطنوں کے گلوں پر چھری پھیر رہے ہیں۔ عصبیت و تعصب کے پرفریب نعروں پر لبیک کہتے ہوئے ہم اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے بھائیوں کا قتل کر رہے ہیں۔ ایک ہی فکر و نظر کے حامل لوگ زبان و لباس کے نام پر حقوق کے نام علاقائیت کے نام پر آج ہم نے بڑے بڑے پر فریب تصوراتی محل کھڑے کر ڈالے لیکن کیا محض ان ہی چیزوں کی خاطر اپنے ہی کلمہ گو بھائیوں کو روندتے ہوئے اپنے مقاصد بالآخر حاصل کر لیں گے؟ ان ہی باتوں پر اپنے تحفظ کی ضمانت لے لیں گے؟

مسلمانوں کے ماضی اور حال کو دیکھنے کے بعد کیا ہم آج کا مسلمان زندہ اور آزاد قوم کہلانے کا حقدار ہے اسلام تو امن و آشتی کا مذہب لیکن آج اس کے ماننے والوں کا یہ حال دیکھ کر ہم اس قابل ہوں گے کہ دنیا ہمارا نام لے تو عزت کے ساتھ لے کل کا وہ مسلمان جس کی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں تھی کہ وقت کی سپر طاقتوں قیصر و کسریٰ کے تخت و تاراج اس کے قدموں کی ٹھوکر تھی اور اسی تاریخ کو دھراتے ہوئے اکھنڈ بھارت کا نعرہ لگانے والوں کا خواب ریزہ ریزہ کر دیا۔ صرف اور صرف پیغام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مسلم

قومیں اس حالت میں پہنچ جاتی ہیں جو اس وقت ہماری ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد اس پیغام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم محبت اخوت سے قومیت کے جذبے سے ہمارے دلوں میں عصبیت تعصب، عزت و کدورت کے بیج ہم سرایت کر گئے۔ آج ہم جس حالت سے گزر رہے ہیں وہ قوموں کی زندگی میں اس وقت آتی ہے جب پستی سے ہمکنار ہونے کے بعد ان کی ساعت قریب آجاتی ہے اس کی نسلیں آپس میں ایک دوسرے کی تباہی و بربادی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

آج ہم اپنی تباہی دیکھ رہے ہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ کوئی ان خطیبوں کے ازالے کے لئے آگے نہیں بڑھتا۔ کوئی یہ نہیں سوچتا جب ہم ایک اللہ ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک قرآن کو مانتے ہیں تو وہ کونسی باطل قوت ہے جو ہماری صفوں میں گھس بیٹھی ہے؟ آج کیوں امن و سلامتی ہم سے روٹھ گئی۔ آئیے غور کریں! اس کے کیا اسباب ہیں یہ صرف اسلام سے بے نیازی کا نتیجہ ہے۔ سوئے ہوئے ضمیر کو جگائیے! آج اسلام کے نام پر حاصل کئے جانے والے وطن میں باطل قوتیں کیوں کر پروان چڑھ رہی ہیں؟ یہ دشمن تو درحقیقت تمام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تخریب کرنے کو کونسی باطل طاقتیں سرگرم ہیں ہماری وہ کونسی غفلت ہے جس کی وجہ سے ہماری جان و مال عزت و آبرو عدم تحفظ کا شکار ہے؟ امن و اخوت روشنی کے علمبردار آخر کیوں اندھیروں اور بھٹکنے خرافات کے علمبردار بن گئے۔ غور کیجئے! وہ کونسی باطل سازش ہے جس نے ایک مسلم قومیت کو مختلف حصوں میں بانٹ دیا کہ اس لعنت کی وجہ سے جسم کے درد کا احساس بھی نہیں رہا ہم اجتماعی و انفرادی حیثیت سے آج ذہنی اخلاقی عملی بحران سے دوچار ہیں۔ اس سے نجات پانے کی حقیقی راہ یہی ہے کہ سچے دل سے بارگاہ الٰہی میں توبہ کریں اور پھر سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں تمام رشتوں کو توڑ کر صرف اور صرف اسلام کے رشتہ سے وابستہ ہو جائیں اور سب سے بڑھ کر ہر طرف سے منہ موڑ کر اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

درحقیقت تم لوگوں کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک بہترین نمونہ ہیں ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو۔ (الاحزاب)

ہماری غفلتوں کا علاج صرف اور یہی باقی رہ گیا ہے کہ پھر سے وہی حقیقی روح پیغام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جذبہ حب الوطنی اور اتحاد فکر و عمل کے جذبہ کو ابھاریں وہ طاغوتی و سامراجی طاقتیں جو اس پاک وطن میں ہم کلمہ گو مسلمانوں کی جان و مال، چین و سکون عزت و آبرو کی قاتل بن بیٹھی ہیں جو ایک مکڑی کا جالا بھی ہو سکتی ہے اور ایک مضبوط چٹان بھی بشرطیکہ آج ہم اس نازک لمحے پر غور و فکر کریں ورنہ بصورت دیگر اگر ہم بٹے رہے اپنے حقیقی مرکز سے ہٹے رہے تو یہ لعنت ایک مضبوط چٹان کی مانند ہوگی جو صرف ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کے لئے بھی تباہ و بربادی کا سبب بنے گی۔ کیونکہ ان ذلت آمیز اوقات کے آنے سے پہلے ہم وقت کی پکار کو سنیں اور ان تمام رنگ و بو کو توڑ کر آج ہم یک زبان ہو کر کہہ دیں۔

ان اندھیروں سے کہو کہیں اور بسیرا کر لیں
اپنے عزم سے بنیاد سحر رکھیں گے

بقیہ : جمعیت کے انتخابات

لگا کر ان چنگاری ہیں۔ ان تنظیموں کو پاکستان کے آئین اور نظریہ پاکستان کی روشنی میں کام کرنے کے لئے پابند کیا جائے اور انہیں ان کی مذموم حرکات سے باز رکھنے کے لئے ان کے خلاف کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے اور جرم ثابت ہونے پر عبرتناک سزائیں دی جائیں۔

۳۔ جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس کشمیر کی روز افزوں بگڑتی ہوئی صورتحال پر اپنی انتہائی تشویش کا اظہار کرتا ہے مقبوضہ کشمیر کے مسلمان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں بھارت اپنی دہشتیانہ کارروائیوں سے مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے اس کی فوجیں گھروں میں گھس کر مسلمانوں کو قتل کر رہی ہیں ان کی عورتوں کی بے حرمتی کی جا رہی ہے بچے ذبح کئے جا رہے ہیں آج مسلمانوں کے ساتھ بھارت وہی سلوک کر رہا ہے جو ہٹلر نے یہودیوں کے ساتھ کیا تھا۔ مسلمان ممالک سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ بھارت کی ان ظالمانہ کارروائیوں کا نوٹس لیں۔ بھارتی حکومت اور اسرائیلی حکومت نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے خفیہ گٹھ جوڑ کر رکھا ہے اور روس اور امریکہ ان دونوں کا بالواسطہ یا بلاواسطہ ساتھ دے رہے ہیں جے یو پی کا یہ اجلاس پاکستان کے تمام مسلمانوں اور دیگر شعبے سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام اختلافات کو بھلا کر کشمیریوں کی مدد کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ بعض غیر ملکی ہاتھوں کے آلہ کار اور بھارتی ایجنٹ نفرت اور عصبیت پھیلا کر خود آپس میں مسلمانوں کی گردنیں کٹوا رہے ہیں سندھ میں بالخصوص اور پاکستان کے دوسرے صوبوں میں بالعموم قتل و غارت گری، لوٹ مار، افراتفری اور بسوں کے دھماکے سوچی سمجھی سازش کے تحت کروائے جا رہے ہیں تاکہ کشمیر کے مسئلے سے مسلمانان پاکستان کی نظر ہٹ جائے۔ ہمارا یہ دینی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ کشمیر کے مسلمانوں کی جس طرح بھی ممکن ہو امداد کریں۔

۴۔ جمعیت علماء پاکستان کی نو منتخب مرکزی مجلس شوریٰ جو ملک کے چاروں صوبوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہے نو منتخب صدر امام انقلاب قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی اور ان کے رفقا اور نو منتخب دیگر مرکزی عہدیداران پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتی ہے اور یہ اعلان کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے کہ اس ملک میں فی الوقت اہل سنت و جماعت کو ان کا جائز مقام دلانے اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی جدوجہد قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کی بے داغ قیادت ہی میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ علماء، مشائخ، وکلاء، اہل قلم اور عوام اہلسنت پر مشتمل مرکزی مجلس شوریٰ ملک کے تمام اکابرین علماء، مشائخ اور عوام اہلسنت سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے تمام تر اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں قافلہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہو کر اپنا دینی اور ملی فریضہ پورا کریں۔

۵۔ جمعیت علماء پاکستان کی مجلس شوریٰ شرعی عدالتوں کے محدود اختیارات کو شریعت میں مداخلت تصور کرتی ہے اور ایسے تمام لوگوں کو جو شریعت کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اللہ کے حکم کے مطابق فاسق اور ظالم تصور کرتی ہے۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ مارشل لاء کے اسلامی سرخیل جناب ضیاء الحق صاحب مرحوم نے بھی شرعی عدالتوں کے دائرہ اختیارات پر دس سال کے لئے پابندی لگا دی تھی وہ دس سال جون ۱۹۹۰ء میں پورے ہو رہے ہیں۔ اجلاس یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس مدت کے ختم ہونے کے بعد شرعی عدالتوں کے دائرہ اختیارات میں کسی قسم کی پابندی اگر موجودہ حکومت نے لگائی تو وہ اللہ کے قہر و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔ موجودہ حکومت شرعی عدالتوں کو تمام مالیاتی اور دیگر امور میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کے اختیارات تفویض کر دے بصورت دیگر جمعیت علماء پاکستان اس کے خلاف پورے ملک میں رائے عامہ کو ہموار کر کے موجودہ حکومت کو از سر نو انتخاب کے ذریعہ تبدیل کرنے کی تحریک چلائے گی۔



اسکندریہ کی ایک خوبصورت مسجد

اسکندریہ کے قلعہ کا بیرونی منظر

سمندروں کی ملکہ اسکندریہ

میاں جمیل انجم

مصر کی سرزمین اپنے تنوع، خوبصورتی اور تاریخی ورثے کی وجہ سے ہزاروں سال سے سیاحوں کو متاثر کر رہی ہے۔ لیکن جدید وسائل نقل و حمل نے اسے فی الواقع "سیاحوں کی جنت" بنا دیا ہے۔ ہر سال کروڑوں سیاح ساری دنیا سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ مصر کی آمدنی کے بڑے ذرائع میں سے ایک ذریعہ سیاحت کی آمدنی ہے۔ "اہرام مصر" قاہرہ کی قدیم تاریخی مساجد، عمارات، عجائب گھر جن میں موجود ہزاروں سال پرانے نوادرات، دریائے نیل کے کنارے واقع جنت کے لیے ہوٹل اور رقص گاہیں آج بھی مصر کے زائرین کے لئے وجہ کشش ہیں۔ تین براعظموں کے سنگم پر واقع یہ خوبصورت ملک اپنے دامن میں ہزاروں رعنائیاں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہاں مشرق و مغرب آپس میں دست و گریباں نہیں، ہم آغوش محسوس ہوتے ہیں۔ پہلی نظر میں یہ کوئی یورپی ملک محسوس ہوتا ہے، جہاں ہر کوئی آزادی و حریت کے نشے سے سرشار ہے۔ کسی کو کسی کے کام میں دخل اندازی کا شوق ہے نہ اتنا وقت کہ پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کرے۔ ہر شام "نیل" کے دونوں کنارے محبت کرنے والوں کے وجود سے جگمگا اٹھتے ہیں اور نوجوان جوڑے اپنے آنے والے دنوں کے پروگرام مرتب کرتے ہیں۔ یہ قاہرہ کا ظاہری پہلو ہے۔ دوسرے ہی لمحے مسجدوں سے بلند ہونے والی "حی علی الفلاح" کی صدائیں قاہرہ کے دینی اور اسلامی تشخص کو ابھارتی ہیں اور نمازیوں سے آباد اور بھری ہوئی مسجدیں پہلا تاثر کو زائل کرتی ہیں اور ناظر کو اپنی رائے تبدیل کرنا پڑتی ہے۔

ہمیں قاہرہ میں چھ ماہ گزر چکے تھے اگرچہ طول روزے یہ شہر ہمیں سال مگر اس کی سڑکوں، گلیوں اور راستوں سے شناسائی اتنی جلد نہ ہو سکی۔ قاہرہ شہر میں بہت سے قابل دید آثار ہیں مگر بوجوہ ہم سب کچھ نہ دیکھ سکے۔ "اہرام مصر" جو قدیم مصری فن تعمیر کا شاہکار ہیں رات کے وقت عجیب سی پراسراریت کے حامل ہیں۔ "ابوالہول" کے سلسلے میں مصری وزارت سیاحت نے "لائٹ اینڈ ساؤنڈ شو" کا اہتمام کیا ہے جس میں ان اہرام کی تعمیر، مراحل تعمیر حتیٰ کہ تعمیر کی غرض و غایت بلکہ ان کے تعمیر کنندگان کی پوری تاریخ آواز اور روشنی کے امتزاج سے سنائی جاتی ہے۔ روشنی کا کچھ اہتمام کیا گیا ہے کہ ان کا ایک پہلو روشن اور منور نظر آتا ہے چنانچہ ان عظیم الشان شاہکاروں کو رات کے وقت ہی دیکھا اور آج تک ان

دریائے نیل کا ڈیلٹا
سرسبز، شاداب
اور گنجان ہے۔

کے سحر سے آزاد نہیں ہو سکا۔ ان عمارات کی تعمیر کے پس پردہ فراعنہ مصر کی خواہش بقا اور آرزوئے دوام کا جذبہ کارفرما ہے۔ لیکن ان کی ہیبت، شکوہ، وقار اور عظمت عقل انسان کو تحیر کے لئے گم سا کر دیتی ہے اور جب یہ احساس ابھرتا ہے کہ یہ اہرام ہزاروں سال قبل کے ماہرین تعمیر کی ہنرمندی ہے، جو آج کے فن تعمیر اور اس کی جدید تر سہولتوں سے محروم تھے، تو ان کی ہمتوں کی داد دیے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ فانی انسان کے ہاتھوں نے ان عمارات کو دوام بخش دیا ہے۔

اسکندریہ "سکندر اعظم کا بسایا ہوا شہر" جو مصر کی سب سے پہلی بندرگاہ اور دوسرا دارالحکومت ہے، تاریخ میں اپنی ثقافت، تمدن اور بعض تاریخی آثار کی وجہ سے باعث شہرت ہے۔ بحر روم کے کنارے واقع یہ خوبصورت شہر سیاحوں کے لئے باعث کشش اور مقامی لوگوں کے لئے گرمائی مقام کی حیثیت کا حامل ہے۔ اسکندریہ شہر صفائی، خوبصورتی، نفاست اور رعنائی میں اپنی مثال آپ ہے۔ مورخین نے جن میں ابن جبیر، ابن بطوطہ، مقریزی، اسیوطی اور یاقوت الحموی جیسے مسلمان تاریخ دان بھی شامل ہیں اس کے حسن و جمال اور خوبصورتی کی بہت تعریف کی ہے اور اس کی نفاست و لطافت کے گن گائے ہیں۔ اہل اسکندریہ اسے "سفید پانیوں کا موتی" اور "سمندروں کی ملکہ" کے لقب سے پکارتے ہیں اور پیار سے "ایلکس" کہتے ہیں۔ یونانی دور میں سکندر کے بعد اس کا بھائی حکمران بنا۔ سکندر کی قبر کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے، لیکن بعض روایات میں آیا ہے کہ بطلیموس اول نے سکندر کی لاش کو وہاں سے لا کر

اسکندریہ میں دفن کر دیا تھا لیکن اس کی قبر کا نشان آج اس کے اپنے آباد کردہ شہر میں کہیں نہیں ملتا۔

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

اسکندریہ کا پورا شہر بحرِ روم کے ساحل پر آباد ہے۔ یونانی، رومی اور اسلامی تہذیبوں کے مرکز اس شہر میں تینوں کی یادگاریں محفوظ ہیں جو ساری دنیا سے سیاحوں کو کھینچتی ہیں۔ "یونانی، رومی" عجائب گھر میں ما قبل مسیح کے زمانے کے تاریخی اور فنی نوادرات ہیں۔ شہر کے وسط میں خالص گرینائٹ سے تراشا ہوا پچیس میٹر اونچا "پومپیائی پلر" استادہ ہے جو تیسری صدی عیسوی کے فن کا شاہکار ہے اور جسے یونانی شہنشاہ "دقلدیانوس" کی یادگار کہا جاتا ہے۔ یہ فن سنگ تراشی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ پورا مینار ایک ہی ٹکڑے کو تراش کر بنایا گیا ہے۔ گو مرورِ وقت اور عمر رفتہ کے آثار اس پر واضح ہیں مگر آج بھی یہ مینار آسمان کی بلندیوں میں سینہ تانے کھڑا ہے۔ اسکندریہ کی مشرقی بندرگاہ کے شمالی دھانے پر پندرھویں صدی میں تعمیر شدہ "قلعہ قیتبانی" اس شہر کی جنگی اہمیت کا ثبوت ہے۔ قدیم عہد میں عین اسی جگہ روشنی کا مینار تھا جس کے بارے میں ہم نے پڑھا کہ اس میں آتشی شیشوں کا ایسا انتظام تھا کہ میلوں دور اسکندریہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے والی دشمن کی کشتیوں کو سورج کی روشنی کے انعکاس سے جلا کر خاک کر دیتا تھا۔ "قیتبانی" کا قلعہ مشہور مملوکی سلطان "اشرف قیتبانی" کے نام پر ہے۔ آج کل اس میں بحریہ کا عجائب گھر ہے، لیکن میرے لئے اسکندریہ کی اہمیت یوں بھی ہے کہ اس تاریخی شہر میں میرے استاد محترم ڈاکٹر عبدالحمید شلقانی سکونت پذیر ہیں، سعودی عرب کی "ریاض یونیورسٹی" میں مجھے ڈاکٹر موصوف سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ ان کی شفقتیں اور نوازشیں آج بھی دل کو دھڑکا دیتی ہیں۔ کلاس روم میں استاد مکرم کی خصوصی توجہ سے مجھے اپنے ساتھیوں سے کہیں زیادہ فوائد حاصل ہوئے۔ موصوف کی رہنمائی نے میری زبان کی گرہیں کھولیں اور عربی زبان میں آسانی اور روانی سے گفتگو کا سلیقہ مجھے آیا۔ استاد مکرم کی حوصلہ افزائیوں نے عربی زبان وادب کے نئے آفاق مجھ پر وا کئے اور مجھے میرے ساتھیوں سے نمایاں اور ممتاز کر دیا۔ پاکستان سے چلتے وقت بطور خاص میں نے ان کا ایڈریس نوٹ کیا تھا مگر قاہرہ کے سحر نے ایسے پاؤں جکڑے کہ اسکندریہ جانا نہ ہو سکا۔

"الازہر" یونیورسٹی میں میرے رفیق کار ڈاکٹر [illegible] اپنے کسی ذاتی کام سے اسکندریہ جا رہے تھے مجھے شرف ہمراہی [illegible] میں فوراً تیار ہو گیا۔ شام کو انہوں نے بتایا کہ صبح روانگی ہے۔ ٹکٹیں انہوں نے پہلے ہی لے رکھی تھیں۔ ٹیکسی نے "چوک [illegible]" سے موڑ کاٹا اور اگلے چند لمحوں میں ہم "[illegible]" پہنچ چکے تھے۔ ساڑھے سات کلو میٹر لمبا یہ پل ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں مصری شاندار فتح کی یادگار ہے اور اسی عظیم دن کے نام پر موسوم ہے۔ اب اسے کوبری [illegible] سے ملا دیا گیا ہے اور اس کی لمبائی گیارہ کلو میٹر ہو گئی ہے۔ قاہرہ میں ٹریفک کے دباؤ کو کم کرنے کی غرض سے بہت سے "فلائی اوور" پل تعمیر کئے گئے ہیں اور اس مناسبت سے اس شہر کو "مدینۃ الکباری" یعنی پلوں کا شہر بھی کہتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہاں ٹریفک اس قدر زیادہ ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے گھنٹوں درکار ہوتے ہیں۔ اس بے پناہ ٹریفک اور کاروں کی ریل پیل کی وجہ سے شہر میں صفائی کا انتظام بھی متاثر ہوتا ہے۔ ایک وقت میں جتنی گاڑیاں سڑکوں پر رواں دواں رہتی ہیں، بلا مبالغہ ان سے دس گنا کاریں، سڑکوں، فٹ پاتھوں، گلیوں، گیراجوں اور بازاروں میں کھڑی رہتی ہیں۔ سنا کرتے تھے کہ مصر ایک غریب ملک ہے مگر یہاں آ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہاں ہر "مہاجا، گاماں اور پھجا" کار دبائے پھرتا ہے۔ اس لئے اس ملک کو غربت کا طعنہ نہیں جچتا۔

"دریائے نیل" قاہرہ شہر ہی میں دو شاخوں میں بٹ کر



مضمون نگار اسکندریہ میں
گرینائٹ سے تراشے ہوئے
پومپیائی پلر کے قریب کھڑے ہیں

جزیرہ بناتا ہے۔ پہلی شاخ کو عبور کرتے ہی دائیں ہاتھ "مینار قاہرہ" ہے۔ کنول پھول کی طرز کا ۱۸۷ میٹر بلند یہ مینار سیاحوں کے لئے خصوصی کشش کا باعث ہے۔ اس پر سے پورے شہر کا منظر فردوس نظر ہوتا ہے۔ اوپر والی منزل پر ایک گردشی ریستوران ہے، جس میں بیٹھنے والا اپنی جگہ سے ہلے بغیر چاروں طرف سے شہر کا نظارہ کر سکتا ہے، لیکن اپنے مینار پاکستان کے مقابلے پر اس نے ہمیں کچھ زیادہ متاثر نہیں کیا۔

دریا کی دوسری شاخ عبور کرتے ہی بائیں ہاتھ "رمسیس ہلٹن" ہوٹل ہے۔ دائیں جانب مصر کی حکمران پارٹی کی بلڈنگ ہے جس میں مجلس شوریٰ کے چیئرمین ڈاکٹر علی لطفی کا آفس ہے۔ اسی عمارت میں چند سال پہلے تک "نیشنل بینک آف پاکستان" تھا جو کہ اب "مہندسین" کے خوبصورت علاقے میں "عرب لیگ روڈ" پر منتقل ہو چکا ہے اور جسے اس بینک کے اکلوتے منیجر جناب مختار احمد چودھری بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اکیلے ہی چلا رہے ہیں۔ مذکورہ عمارت کے دائیں جانب "نیل ہلٹن" نامی خوبصورت ہوٹل ہے جس کی پشت پر "میدان تحریر" ہے جسے اب مصر کے مرحوم صدر انور السادات کے نام پر "میدان انورالسادات" کہتے ہیں، یہ قاہرہ کا معروف ترین اور متحرک ترین مواصلاتی اور تجارتی مرکز ہے۔ نہ صرف اندرون شہر بلکہ پورے ملک کے لئے یہاں سے بسیں، ٹیکسیاں اور ویگنیں چلتی ہیں۔ یہ مصری انڈر گراؤنڈ ریلوے کا سٹیشن بھی ہے۔

اسی میدان میں مصر کا قومی عجائب گھر ہے جہاں پوری مصری تاریخ اور تہذیب کے نوادرات اور یادگاریں محفوظ ہیں اور ہر روز ہزاروں کی تعداد میں غیر ملکی سیاح یہاں آتے ہیں۔ فراعنہ مصر کے مجسمے، زیورات، برتن، حنوط شدہ ممیاں، پتھر کے بت، ہتھیار، اوزار غرض سیاحوں کی دلچسپی کے سارے لوازم اس عجائب گھر میں جمع ہیں اسی عجائب گھر میں حضرت موسیٰؑ والا فرعون بھی دنیا والوں کے لئے سامان عبرت کے طور پر موجود ہے۔ جس کی نمائش کچھ سال پہلے سے بند کر دی گئی ہے۔ البتہ خاص خاص لوگوں کو اس خود ساختہ خدا کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ میں نے بھی سینٹ کے موجودہ چیئرمین جناب وسیم سجاد کی معیت میں اس کی زیارت کی اور خود کو "خدائے اعلیٰ" کہلوانے والے اس فرعون کے عبرت ناک انجام سے آج تک سہما ہوا ہوں۔

قاہرہ کا ریلوے اسٹیشن "میدان رمسیس" میں ہے۔ اہل مصر کو فرعونوں کی اولاد ہونے پر فخر ہے اور اس کا اظہار ان کے کردار، افعال و اعمال اور اقوال سے ہوتا رہتا ہے۔ قاہرہ میں ہم نے فرعون کا ذکر تواتر و تسلسل کے ساتھ سنا مگر حضرت موسیٰ کے نام سے شاید یہاں کوئی آشنا ہی نہیں، اسی لئے میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ مصریوں کے نزدیک موسیٰ و فرعون کے قصے میں اصل ہیرو فرعون ہی محسوس ہوتا ہے۔ یونیورسٹی میں ایک روز کلاس روم میں فراعنہ مصر کی شان میں چند کلمے کہنے کی پاداش میں پوری کلاس راقم الحروف کے ساتھ مباحثے اور مناظرے پر اتر آئی۔ وزنی دلائل کے باوجود بھی وہ فرعونوں کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہ ہوئے۔ فرعونی تہذیب پر ان کے تفاخر کا یہ عالم ہے کہ قومی گیتوں میں وہ خود کو "رمسیس" کے بیٹے اور "نارمر" کے پوتے کہتے ہیں، جیزہ کے علاقے میں "فرعونی بستی" کے نام سے ایک تفریح گاہ ہے جس میں قدیم فرعونی انداز میں فرعونی لباس زیب تن کر کے "فرعون کی بیٹیاں" سیاحوں کی خاطر اسٹیج کرتی ہیں۔ ریلوے سٹیشن کے ساتھ ملحقہ قاہرہ کا سنٹرل پوسٹ آفس ہے۔

کوئی آدھ گھنٹے کے بعد ہم قاہرہ ریلوے سٹیشن کی سادہ سی عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ باہر سے یہ عمارت کسی بھی اعتبار سے ریلوے سٹیشن کی عمارت نہیں لگتی۔ پہلی نظر میں مجھے لگا کہ میں کراچی سٹی سٹیشن پر آ گیا ہوں، لیکن یہاں صفائی کا انتظام کچھ غیر تسلی بخش ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اہل مصر صفائی پسند نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ مصر میں گاڑیاں اپنے وقت پر چلتی ہیں اور شاید ہی کبھی تاخیر ہو۔

نہ گورِ سکندر نہ قبرِ دارا ✻ مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

کیفیت اسی طرح ہی تھی گئے تھا۔ مگر بعد میں بات کھلی کہ صرف ٹیلیفون گاڑیاں ہی اپنے وقت پر آتی جاتی ہیں جن کا کرایہ عام گاڑی سے زیادہ ہے۔ ان کے اندر صفائی کا انتظام بھی معقول ہے اور ان کی سیٹیں کشادہ اور آرام دہ ہیں لیکن بیچارے "ستھرو" یعنی "اسی سے دوچار ہیں جو دو طرح عوام میں ہماری ریلوے کا مقدر ہے۔

قاہرہ سے اسکندریہ جانے کے دو راستے ہیں ایک "صحرائی روڈ" اور دوسری "زرعی روڈ" ریل کی پٹڑی اسی شاہراہ کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ گاڑی قاہرہ کی حدود سے نکلی تو دل خوش ہو گیا۔ حد نظر تک سبزہ ہی سبزہ! اور تک پھیلے ہوئے ہرے بھرے کھیت "باغ" یا "غیط" جیسے یوں لگتا ہے ہم سیالکوٹ سے وزیر آباد جا رہے ہیں۔ یہ علاقہ نیل کا ڈیلٹا ہے اور بہت ہی سرسبز و شاداب اور گنجان آباد ہے۔ اسوان کے مقام پر دریائے نیل پر ڈیم بنا کر اہل مصر نے اگرچہ سیلابوں اور طغیانیوں سے جان چھڑا لی ہے مگر اس سے زمین کی زرخیزی میں تھوڑی کمی واقع ہوئی ہے لیکن زراعت کے میدان میں نئے نئے تجربوں نے مصری کسان کو ترقی یافتہ کسانوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ یہاں اگرچہ قدیم انداز کی کاشتکاری بھی ہوتی ہے اور کسان بیلوں کی جوڑی سے کلاسیکی انداز میں ہل چلاتا نظر آتا ہے۔ تاہم جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے اس میدان میں آجانے سے مصری زراعت جدید ترین دور میں داخل ہو رہی ہے۔ قاہرہ سے اسکندریہ تک قدیم و جدید کاشتکاری کے منظر سامنے آتے رہے۔ گاڑی "طنطا" کے ریلوے سٹیشن پر رکی تو علامہ جوہری طنطاوی اور سید بدوی کے تصور نے روح کو سرشار کر دیا۔ علامہ جوہری مصری [illegible] اپنی شہرہ آفاق تصنیف "تفسیر الجواہر" کی وجہ سے [illegible] کے حامل ہیں۔ ان کی یہ تفسیر "قاموس" کی [illegible] ہے۔ سید بدوی حضرت امام حسین کی اولاد سے تھے۔ تصوف میں ان کا خاص اسلوب ہے اور صوفیاء میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کا مزار طنطا میں ہے اور آپ ہی کے نام سے منسوب عظیم الشان مسجد کے اندر واقع ہے۔ عقیدت مند ہر وقت دور دراز سے یہاں آتے [illegible] ایک میلے کی سی کیفیت رہتی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد گاڑی "سیدی جابر" کے پاس [illegible] سٹیشن پر جا رکی۔ مصری ریلوے کی پابندی وقت [illegible] ڈاکٹر [illegible] ریلوے سٹیشن کے [illegible] ہوئے اور میں [illegible] سے آنے والی [illegible] ہونے لگا۔ پہلی ہی نظر میں اسکندریہ کے حسن نے دیوانہ بنا دیا۔ سڑکوں کی صفائی نے اس [illegible] کہ کاش! الازہر [illegible] یہاں اسکندریہ میں ہوتی [illegible] ریلوے سٹیشن سے [illegible] ڈاکٹر شریف [illegible] جہاں میں دوپہر کا کھانا کھاتا ہے۔ شریف [illegible] اسکندریہ کے [illegible]

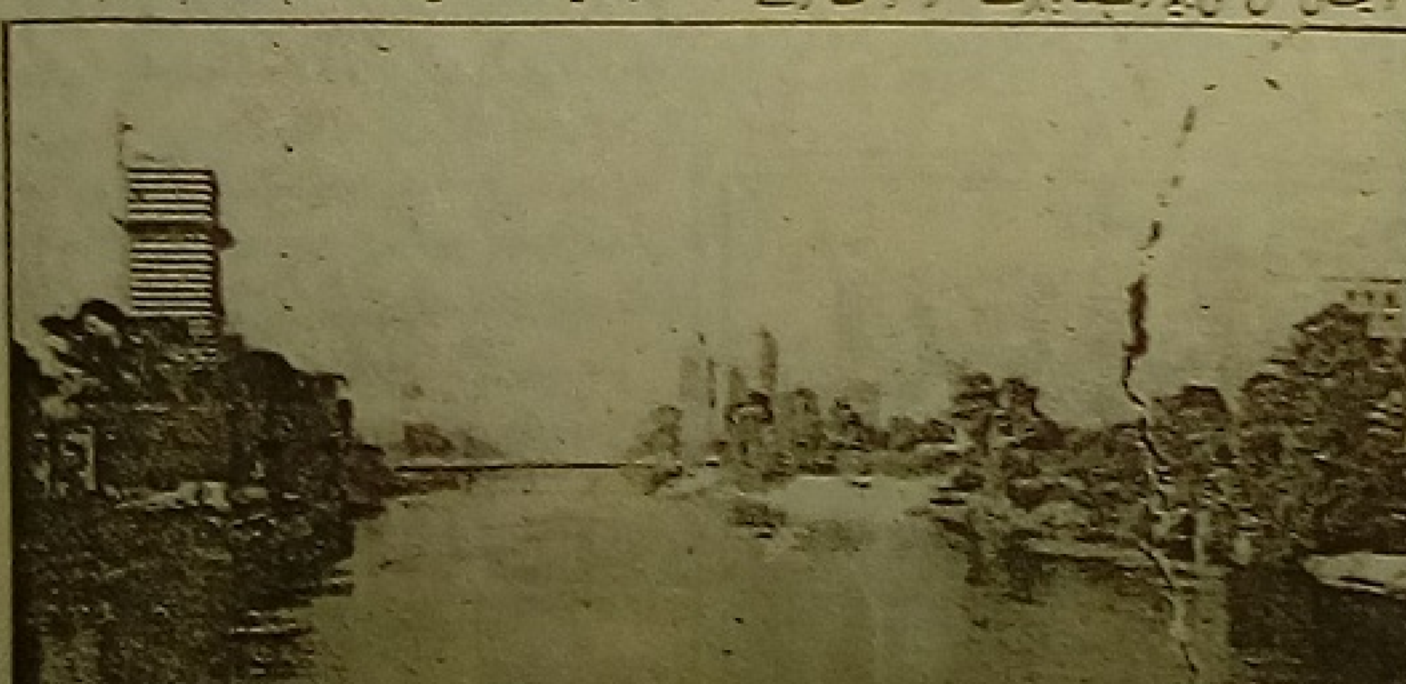
فوراً چلے آئے۔ مصریوں کے بارے میں ہمارا عام تجربہ یہ تھا کہ یہ لوگ عام طور پر مہمان نواز، خوش اخلاق، ملنسار اور متعاون ہیں مگر ڈاکٹر شریف تو ان سے اس ہاتھ آگے نکلے۔ دسترخوان پر یوں لگا کہ دنیا جہاں کے کھانے چن دیئے گئے ہیں۔ ہماری یہ کیفیت ہو گئی کہ

کبھی ہم خود کو کبھی دسترخوان کو دیکھتے ہیں

انتخاب میں مشکل پیش آنے لگی۔ ادھر ڈاکٹر صاحب ہیں کہ بار بار ہر چیز کھانے کی ترغیب دے رہے ہیں "غیر کا مہمان" کی اس آزمائش میں ہم کامیاب و کامران نکلے اور خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اب ڈاکٹر شریف اپنی گاڑی پر ہمیں اسکندریہ شہر کی سیر کرانے نکلے۔ یہ "منتزہ پیلس" ہے۔ کبھی مصر کے عیاش فرمانروا شاہ فاروق کا محل ہوا کرتا تھا۔ اب عوامی سیرگاہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ شہر ہی ہے یہ شیخے "معمورہ" سیدی اور شطی بطرہ کے ساحل ہیں۔ کار ایک انتہائی چمکدار، صاف ستھری اور یادگار کے سامنے رکی۔ ڈاکٹر شریف بتا رہے تھے کہ یہ "گمنام سپاہی" کی قبر ہے۔ میں سوچنے لگا کہ آزادی کے حصول میں وہ گمنام سپاہی جن کے مقبرے نہیں بنتے "جن کی یادگاریں تعمیر نہیں ہوتیں" وہ کتنے عظیم ہوتے ہیں کہ وطن کی آزادی کی خاطر جان جیسی متاع عزیز قوم و ملک پر نچھاور کر کے امر بن جاتے ہیں۔ قبر پر فوجی کے چاق و چوبند نوجوان پہرہ دے رہے تھے۔ فاتحہ پڑھی اور آزادی کے تمام شہیدوں کی روحوں کو سلام کیا۔ "یہی محل ہے جسے "راس التین" کہتے ہیں" جہاں سے شاہ فاروق کو ہم نے ٹھوکریں مار مار کر باہر نکالا تھا۔" ڈاکٹر شریف کہہ رہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ ان مصریوں کی قومیت کی حس کتنی بیدار ہے۔ باہر سے آکر حکومت کرنے والوں کے لئے ان کے دلوں میں نفرت و حقارت کے جذبات ہی ہیں۔ "میں پوچھ بیٹھا" آخر شاہ فاروق آپ کا حکمران ہی تو تھا "نوجوان ڈاکٹر کا چہرہ متغیر ہو گیا اور کہنے لگے "اس شخص نے مصر کا اسلامی تشخص مٹا دیا تھا۔ مصر اول و آخر ایک مسلم مملکت ہے اور ہم اس کی اس حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں چاہتے۔" شاہ فاروق کے ضمن میں "اخوان المسلمون" پر انسانیت سوز مظالم کا تذکرہ بھی ہوا۔ اسی بادشاہ کے حکم سے امام حریت "حسن البناء" کو اس وحشت و بربریت کے ساتھ شہید کیا گیا کہ انسانیت کی آنکھیں شرم و حیا سے جھک جاتی ہیں۔ مصر کے اس حکمران کی بزدلی کا یہ عالم تھا کہ شہید کے جنازے کو کندھا دینے والا صرف ایک مرد تھا..... حسن البناء کا بوڑھا باپ..... اور باقی خاندان کی عورتیں تھیں تین سال کے عرصے ہی میں دیار مصر کے سیاہ سفید کا مالک یہ بادشاہ.... جو کہا کرتا تھا کہ "دنیا میں صرف پانچ شاہ ہیں" چار تاش کے اور ایک شاہ فاروق"..... زہر خورانی کا شکار ہو کر اپنے انجام کو پہنچا "لوگ "حسن البناء" کو امام الشہداء کہتے ہیں لیکن شاہ فاروق کا نام بھی نفرت کی وجہ سے نہیں لیتے۔ ایک مر کے زندہ جاوید ہو گیا اور دوسرا زندہ رہ کر بھی معدوم

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

میں نے ڈاکٹر شریف کو یاد دلایا کہ اسی اسکندریہ میں میرے استاد محترم ہیں جن سے ملاقات کی خواہش ہی مجھے یہاں لائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے گاڑی کا رخ "جلیم" (محلے کا نام) کی طرف موڑ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ڈاکٹر عبدالحمید الشلقانی کے فلیٹ پر تھے۔ پورے پانچ سال



قاہرہ شہر میں دریائے نیل کا ایک خوبصورت منظر

کے بعد اس شفیق استاد سے مل کر جو روحانی سرور حاصل ہوا اس کا تعلق صرف احساس سے ہے۔ اظہار سے نہیں؟؟ سعودی عرب کی "ریاض یونیورسٹی" اور وہاں گزرا ہوا زمانہ آنکھوں تلے پھر گیا۔ پہلے سمسٹر کا امتحان ہو چکا تھا، پرچے دیکھ لینے کے بعد ڈاکٹر صاحب مجھے تلاش کر رہے تھے میں لائبریری میں بیٹھا نوٹس تیار کر رہا تھا کہ صاحب زادہ عابد حسن نے بتایا کہ ڈاکٹر ... ی میرا پوچھ رہے ہیں۔ حیرت سی ہوئی نہ جانے کیا بات ہے۔ میں فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بڑی محبت سے ملے اور خوش ہو کر بولے۔ میں تم سے بہت زیادہ خوش ہوں۔ میں سوچ میں پڑ گیا

یا الٰہی یہ ماجرہ کیا ہے

میرے تجسس کو بھانپ کر بولے "استاذ جمیل تم اس پرچے میں اول ہو تمہاری تحریر سے یہ محسوس ہوتا ہے گویا کسی عربی ادیب کی تحریر ہے۔" میں روح کی گہرائیوں تک سرشار ہو گیا۔ استاد محترم کا یہ کریڈٹ مجھے بڑے بڑے تمغوں اور انعامات سے زیادہ گراں قدر محسوس ہوا۔ میں نے اعتراف کیا کہ سب کچھ میرے اساتذہ کا فیض ہے جن میں علامہ عبدالعزیز المیمنی، حافظ نورالحسن اور ڈاکٹر ظہور اظہر جیسے فاضل اساتذہ نمایاں ہیں۔ علامہ میمنی کا ذکر سن کر استاد محترم چونک پڑے اور کہنے لگے "ہاں! اب میں سمجھا کہ تمہاری تحریر میں یہ شیرینی، حسن اور پختگی کہاں سے آئی ہے۔ علامہ مرحوم نہ صرف ہندوپاک بلکہ عالم عرب کے ایک جید عالم تھے۔ ان کی عرب شعراء وادباء پر تنقیدی اور تحقیقی تصنیفات آج بھی عربی ادب میں معتبر اور وقیع مقام رکھتی ہیں۔" میں نے بتایا کہ حکومت پاکستان نے مجھے "جامعۃ الازہر" میں اردو زبان کی تدریس پر مامور کیا ہے تو ان کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ فرمانے لگے حکومت پاکستان نے اس کام کے لئے انتہائی موزوں اور مناسب آدمی چنا ہے، حافظ امیر علی" صاحب زادہ عابد حسن، عبدالرحمان عبد، مولوی ثناء اللہ اور دیگر بہت سے ساتھیوں کا ذکر ہوتا رہا۔ میں نے اجازت چاہی تو ڈاکٹر صاحب بولے "استاذ جمیل" آج تم سے مل کر مجھے یوں لگ رہا ہے کہ ہم ابھی ریاض یونیورسٹی ہی میں ہیں۔ اگرچہ اب میں ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہوں مگر اس وقت میں خود میں ایک توانائی اور جذبہ محسوس کر رہا ہوں، مسرت کا ایک احساس ہے جو میرے رگ وپے میں سرایت کر رہا ہے۔ آج میں خوش ہوں کہ میرا ایک ہونہار شاگرد عالم اسلام کی مایہ ناز دانش گاہ میں بطور استاد متعین ہوا ہے۔" میں نے احترام و عقیدت سے استاد کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور الوداع کیا۔

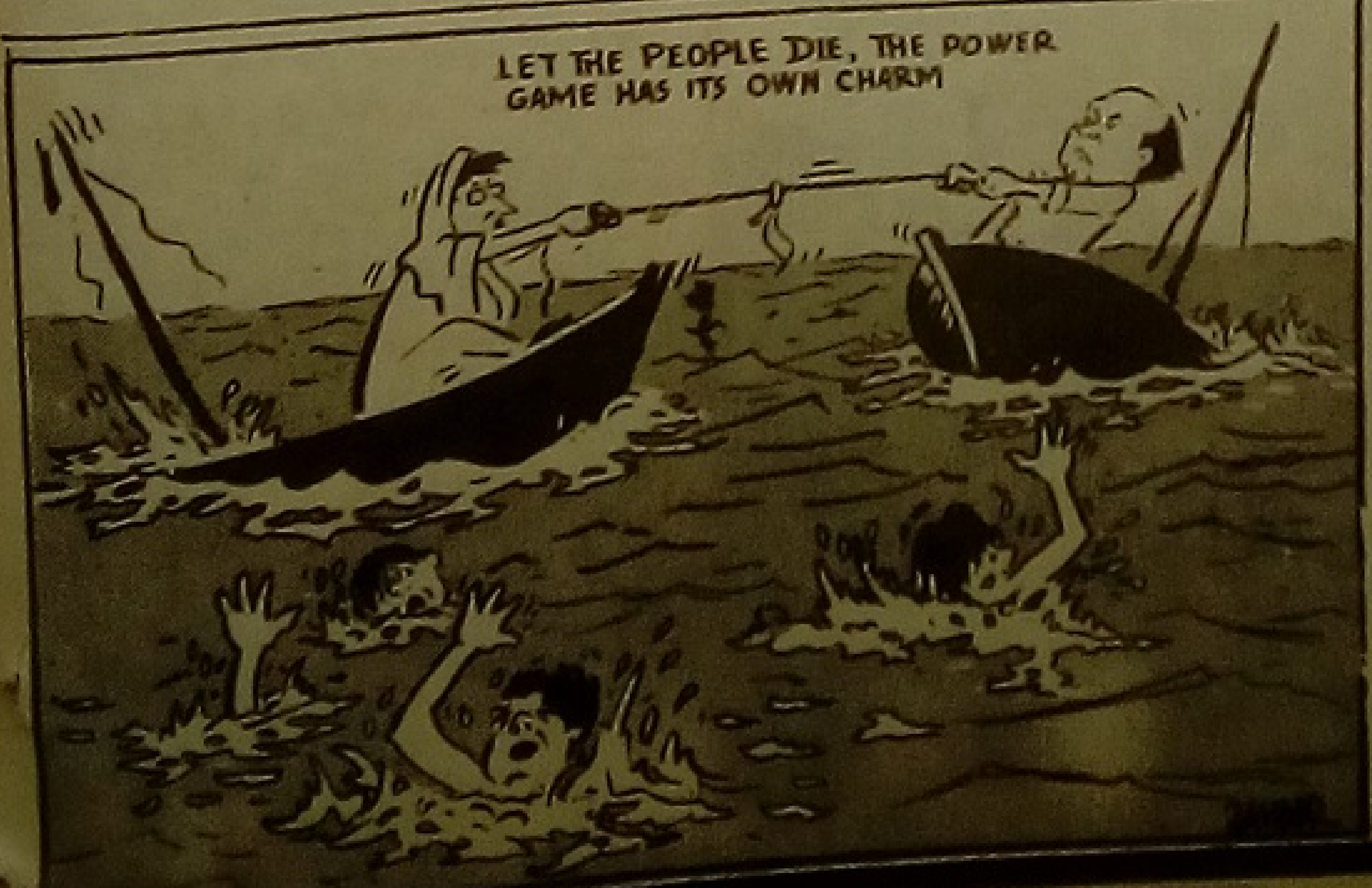
اسکندریہ میں اسلامی آثار کے سلسلہ میں دو مسجدیں، مزارات، قبریں اور بعض مقامات ہیں جو انبیاء، صحابہ کرام، اولیاء اللہ اور بعض صوفیاء کی طرف منسوب ہیں، یوں تو پورے مصر میں ایسے آثار بکثرت ہیں مگر اسکندریہ میں کچھ مساجد ایسی ہیں جو قبل از اسلام انبیاء کے ناموں پر ہیں اور بعض صحابہ کرام کے ناموں سے مشہور ہیں۔ مصری آثار قدیمہ کے عالم ڈاکٹر سعاد ماہر کے خیال میں اسکندریہ میں مسجد سلیمان، مسجد نصر اور مسجد دانیال ان علاقوں میں ہیں جو ان انبیاء کے ناموں پر تھے۔ اس لئے ان مساجد کے نام ان انبیاء کے ناموں سے منسوب ہیں۔ سلطان فاتحین نے جب یہاں

اسے سفید پانیوں کا موتی اور سمندروں کی ملکہ کہا جاتا ہے!

عبادت گاہیں تعمیر کیں تو ان انبیاء کے ناموں کو اسی طرح برقرار رہنے دیا۔

اسکندریہ شہر کے مشرقی علاقے میں "سیدی بشر" نامی مسجد کے بارے میں اہل شہر کا خیال ہے کہ یہاں "بشر" نامی صحابی مدفون ہیں، سیرت کی کتابوں میں اس نام کے تین صحابہ کرام کا اسکندریہ آنا ثابت ہے جو فتح مصر کے وقت یا بعد میں کسی وقت مصر آئے۔ ان میں ایک تو بشر بن ابی ارطاۃ ہیں جو فتح مصر کے وقت اسلامی لشکر کے ساتھ تھے، لیکن آپ کے بارے میں مورخین کا خیال ہے کہ آپ مدینہ میں مدفون ہیں۔ دوسرے صحابی بشر بن ربیع ہیں جو الغنوی المصری کے نام سے بھی معروف ہیں۔ امام بخاری اور امام احمد نے ان سے روایت کی ہے تیسرے صحابی بشر بن جابر بن عراب ہیں جو فتح مصر کے موقعہ پر یہاں آئے تھے۔ یہ مسجد اسکندریہ کی شہری آبادی سے ذرا دور ہے۔ اس کی وجہ ڈاکٹر سعاد ماہر کی رائے کے مطابق یہ ہے کہ رومی عہد میں یہاں مقابر و عبادت گاہیں تھیں جن کو بعد میں مساجد میں بدل دیا گیا چنانچہ مصر میں مملوکی عہد تک یہ علاقہ شہر سے باہر ہی رہا۔ احمد بن طولون نے جب شہر کے گرد فصیل بنوائی تو اس علاقے کے دروازے کا نام باب القرافہ رکھا۔ اسکندریہ فاطمی عہد کے خلفاء کے علی الرغم مذہب اہلسنت کا مرکز رہا ہے اور یہاں دینی مدارس کا وجود قدیم زمانے سے ہی رہا ہے۔ ان مدارس میں عام طور پر اندلس

سے سنی علماء کا بڑی تعداد میں آنا ثابت ہے۔ انہی علماء میں سے "سیدی بشر" بھی ہیں جنہوں نے یہاں حدیث اور فقہ کا درس قائم کیا تھا۔ آپ ایک متبحر عالم "شیریں گفتار" واعظ اور نعت کے فاضل استاد تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ وفات کے بعد آپ اسی مسجد میں مدفون ہوئے۔ ہر سال آپ کا عرس منایا جاتا ہے اور اسکندریہ کے لوگ عقیدت واحترام سے اس عرس میں شرکت کرتے ہیں۔ اسکندریہ میں ایک قبر جلیل القدر صحابی ابوالدرداءؓ کے نام سے بھی منسوب ہے۔ آپ حضرت عمروؓ بن العاص کے ساتھ مصر آئے۔ اس لشکر کے ساتھ جو دوسرے صحابہ آئے ان میں عبادہؓ بن الصامت، ابوذر غفاریؓ، عبداللہؓ بن زبیر اور عقبہؓ بن عامر تھے۔ موخرالذکر کی قبر مبارک قاہرہ میں ہے اور آپ کے نام سے مسجد بھی ہے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ابوالدرداءؓ کو دمشق میں قاضی مقرر کیا گیا۔ قبرص کی فتح میں آپ معاویہؓ بن سفیان کے شریک تھے۔ آپ کی وفات دمشق میں ہوئی اور آپ کو دفن بھی وہیں کیا گیا لیکن اسکندریہ میں "شارع ابی الدرداءؓ" کے عین وسط میں ایک قبر ہے جس کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ صحابی ابوالدرداءؓ ہیں۔ اس سلسلہ میں لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ ۱۹۳۷ء میں سڑک کو وسیع کرنے کی غرض سے اس قبر کو یہاں سے ہٹانا چاہا تو اس کام پر مامور مستری کو فالج ہو گیا اور دیگر مزدوروں نے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ قبر کو اسی طرح سڑک کے وسط میں علیٰ حالہ رہنے دیا گیا اور آج بھی یہ قبر مرجع خلائق ہے۔ "شارع راس التین" پر ایک جلیل القدر تابعی عبدالرحمان بن ہرمز بن ابی سعد کی قبر ہے جو ابوہریرہؓ کے شاگرد بتائے جاتے ہیں۔ امام شرف الدین البوصیری مداح رسولؐ کی حیثیت سے معروف ہیں۔ ان کا شہرہ آفاق "قصیدہ بردہ" آج بھی لاکھوں عاشقان رسولؐ کی زبانوں پر رواں ہے۔ اسکندریہ میں آپ کی قبر ہے اور آپ کے نام پر مسجد ہے۔ ہر نماز جمعہ کے بعد اس مسجد میں قصیدہ بردہ کا ورد ہوتا ہے جس میں اہل اسکندریہ اور قرب وجوار سے آئے ہوئے عقیدت مند شامل ہوتے ہیں۔ یہ مسجد خوبصورت ترکی طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔



تالاس کی جنگ



مشرق بعید میں طلوع اسلام

اموی حکومت کے خاتمے کے اگلے سال یعنی ۷۵۱ء میں چینیوں اور عربوں کی پہلی اور آخری بڑی جنگ چینی ترکستان کی سرحد پر دریائے تالاس کے کنارے ہوئی۔ ابن اثیر نے اس جنگ کے مختصر کوائف ۱۳۳ھ کے واقعات میں وقعۃ الطراز کے عنوان سے دیئے ہیں۔ مختصراً اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ فرغانہ کے ترک حاکم نے اپنے ہمسایہ حاکم شاش پر حملہ کرنے کے لئے چینیوں سے مدد طلب کی۔ شاش کے حاکم نے زیاد بن صالح سے فریاد کی۔ زیاد بن صالح کو عباسیوں کے داعی ابو مسلم خراسانی نے ماوراء النہر یعنی ترکستان کے علاقے میں شریک بن المہدی کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے متعین کیا تھا۔ زیاد بن صالح نے اس بغاوت کو فرو کرکے اپنی فاتح فوج کو فرغانہ اور چین کے اتحادیوں کے خلاف صف آرا کر دیا۔ تھانگ خاندان کی سرکاری تاریخ کی روایت کے مطابق تیس ہزار چینی سپاہ کا دستہ جو کازشیان چیہ کی قیادت میں تھی توڑ کر رکھ دی اور اس نے سخت نقصان اٹھایا۔ عرب مورخین نے اس نقصان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"دشمن کے پچاس ہزار آدمی مارے گئے اور بیس ہزار قید ہوئے۔ خود عربوں کو شدید جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرب مورخین نے کچھ مبالغے سے کام لیا ہے اور ہلاک شدگان اور قیدیوں کی تعداد بتاتے ہوئے چینیوں اور ان کے ترک اتحادیوں کے نقصان کی مجموعی تعداد پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔"

تالاس کی یہ جنگ دنیا کی تاریخ کی فیصلہ کن جنگوں میں اہم مقام رکھتی ہے۔ اس نے عربوں اور چینیوں پر واضح کر دیا کہ بقائے باہمی کے اصول پر عمل کئے بغیر چارہ کار نہیں۔ دوسری طرف اس نے وسطی ایشیا کی تہذیب و تاریخ کے بارے میں فیصلہ کر دیا کہ ان

اطہر نورانی

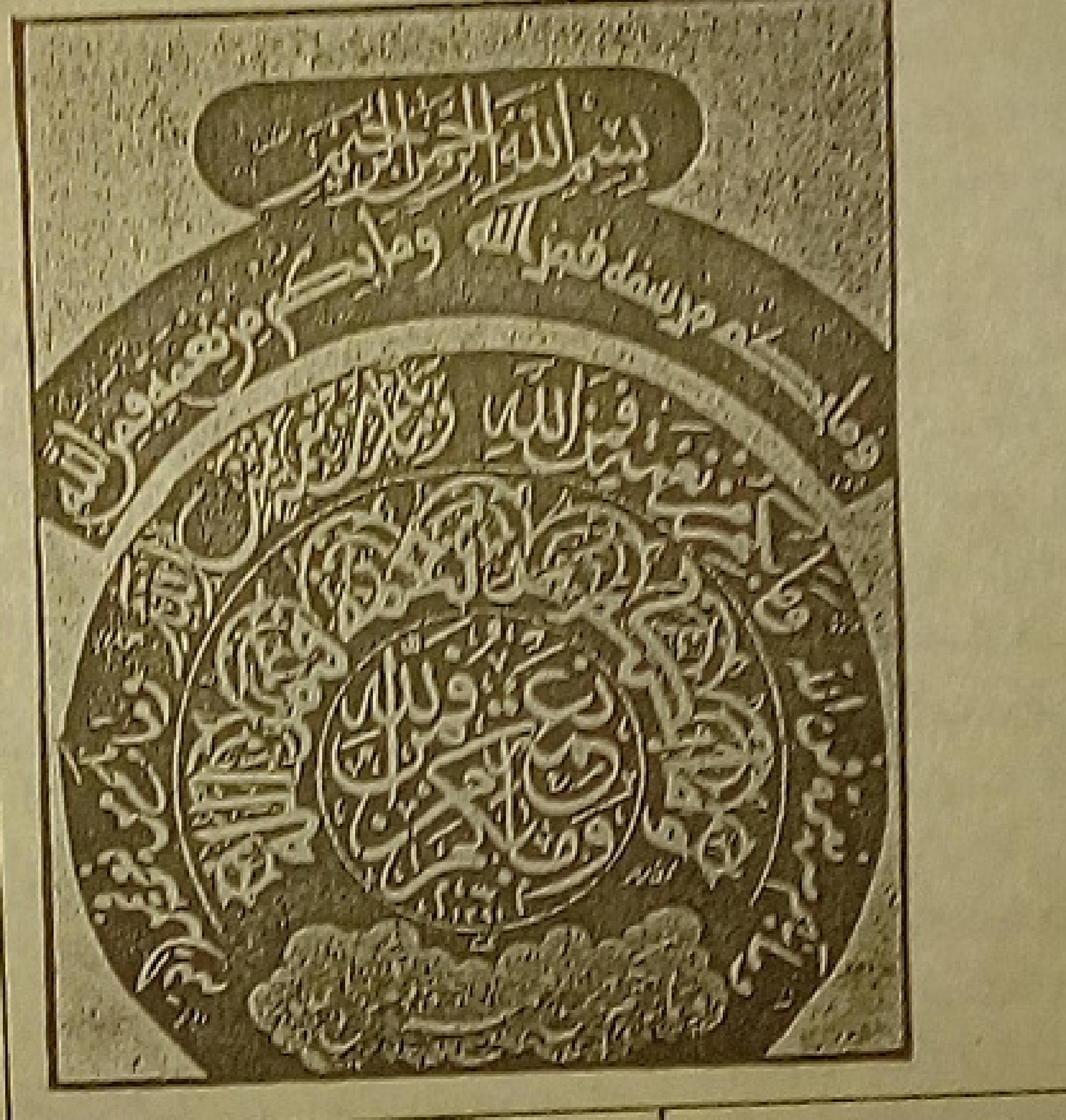
کی قسمت مشرق بعید سے نہیں بلکہ مشرق قریب سے وابستہ ہے لیکن اس کے نتائج میں سے اہم ترین نتیجہ مسلمانوں میں علوم کی اشاعت کی شکل میں نکلا۔ مختصر سی تفصیل اس کی یہ ہے کہ تالاس کی جنگ سے پچاس سال قبل قتیبہ بن مسلم نے سمرقند پر قبضہ کر لیا تھا۔ سمرقند کا عظیم شہر چینی سرحد کے قریب واقع ہونے اور کچھ عرصہ چینی عمل داری میں رہنے کی وجہ سے چینی تہذیب سے آشنا ہو چکا تھا۔ اس تہذیب کی برکات میں شاید سب سے بڑی برکت کاغذ سازی کی صنعت تھی۔ جس سے سمرقند والے متعارف ہو چکے تھے۔ کاغذ بنانے کا طریقہ یوں تو مصری بھی جانتے تھے لیکن وہ ایک خاص درخت کی چھال کی تہیں جما کر بھوج پتر تیار کرتے تھے جو مہنگا، ناپائیدار، نازک اور بھربھرا ہوتا تھا۔ اس کے برخلاف چینی صناعی نے کپڑے وغیرہ کی لگدی سے کاغذ بنانے کا وہ طریقہ ایجاد کر لیا تھا جو بغیر کسی بنیادی تبدیلی کے آج تک مروج ہے عرب سمرقندی کاغذ کی افادیت کو بخوبی پہچان گئے تھے مگر سمرقند والے اس کے بنانے کا گر بتانے کو تیار نہ تھے۔ تالاس کی جنگ میں جب ہزارہا چینی گرفتار ہوئے تو زیاد بن صالح نے موقع کو غنیمت جان کر ان قیدیوں سے یہ طے کیا کہ جو ہمارے لئے کاغذ تیار کریگا اسے رہا کر دیا جائے گا۔ زیاد بن صالح کی اس دوراندیشی سے دیکھتے دیکھتے تمام عرب میں کاغذ پھیل گیا۔ اس دانشمند سپہ سالار نے قیدیوں کی رہائی کے لئے جو فدیہ مقرر کیا تھا۔ اس سے غزوہ بدر کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے قیدیوں کے لئے فدیہ یہ فرمایا تھا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا سکھا دیں کاغذ بنانے کی صنعت کا رواج اور عباسیوں کی حکومت کا قیام ایک ہی سال عمل میں آیا۔ تیسری صدی ہجری کے نصف آخر میں عباسی حکمرانوں کے ابتدائی دور میں جو یک لخت علم کے سوتے پھوٹ پڑے اور تصانیف و تراجم کا جیسے سیلاب سا آ گیا۔ تو اس کے پیچھے جنگ تالاس کے چینی قیدیوں کی صناعی کا جلوہ تھا۔ بعد میں صلیبی جنگوں کے زمانے میں کاغذ سازی کی صنعت عربوں کے ذریعے مغرب تک پہنچی اور یورپ کی علمی نشاۃ ثانیہ کا ایک اہم سبب بنی۔ یقیناً تالاس کی جنگ دنیا کی اہم ترین جنگوں میں سے تھی۔

آخر میں چین میں اسلام کی ابتدائی تاریخ کے تیسرے دور کی ایک اور اہم خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ اس دور کی سب سے نمایاں اور مؤثر شخصیت حجاج بن یوسف کی تھی۔ اس نے چین سے تجارت کا وہ سلسلہ شروع کیا تھا جس کا اختتام تالاس کی جنگ پر ہوا۔ لیکن وہ اغیار سے کہیں زیادہ خود مسلمانوں کے لئے سخت جابر اور قہرمان حکمران تھا۔ اموی حکومت کے مخالفوں میں خواہ شیعان علی ہوں یا خوارج، خواہ زاہد ہوں یا عالم، ان سب کے لئے وہ برق خاطف تھا اس کے ہاتھوں ستم اٹھانے والوں میں سے جن کا بس چلا وہ اموی عمل داری چھوڑ کر جنوبی ایشیا کے ساحلی علاقوں سراندیپ (لنکا) اور دوسرے جزیروں میں آباد ہوئے۔ ان میں جو زیادہ من چلے تھے وہ چین کے ساحلوں سے بھی آگے نکل کر جزیرہ نمائے کوریا اور اس

کاغذ سازی کی صنعت عربوں کے ذریعہ مغرب تک پہنچی

ے متصل جاپان کے جزائر میں جا بسے۔ عرب جغرافیہ دانوں میں سے ابن خرداذبہ، دمشقی، ادریسی، مقریزی اور مروزی کی تصانیف میں ان کی نو آبادیوں کے نشانات ملتے ہیں۔ ان کے بیانات کی رو سے چپا میں (جسے عرب صنف کہتے تھے) چینی جزیرہ ہینان کے ساحل پر (جو ان مہاجروں کی وجہ سے عرب مصنفوں کے یہاں جزیرۃ العلویین کہلاتا ہے) کوریا (جسے اس عہد کے حکمران خاندان "شِلا" یا شلاّ کے نام پر عرب "بلاد السیلا" کہتے تھے) اور جاپان کے بعض شمالی جزائر میں (جن پر اسی زمانے میں کوریا کے اسی سیلا خاندان کی حکمرانی تھی اور اسی کے لحاظ سے عرب انہیں "جزائر السیلا" کہتے تھے)

تھانگ حکمرانوں کے عہد کو مورخ یونان کے عہدِ اغسطس سے مماثل قرار دیتے ہیں



فنِ خطاطی کے مختلف بیش قیمت نمونے

غرض ان تمام دور افتادہ مقامات پر ان مہاجروں نے اپنی نو آبادیاں قائم کیں۔ کوریا اور جاپان کے جزائر کی زرخیزی، وہاں کے موسم کی خوبی اور وہاں کے مناظر کی دلآویزی نے خصوصیت کے ساتھ ان کا دل موہ لیا تھا چنانچہ اس زمانے میں عربوں میں یہ قول عام تھا کہ "سیلا جائے واپس نہ آئے"۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ عرب جغرافیہ دانوں کے ان اشارات کی توضیح اور تصدیق اور کسی قدر تفصیل چینی اور مقامی زبانوں کی ہم عصر تصانیف اور کتبات میں ملتی ہے۔ بالخصوص چپا یا صنف یعنی موجودہ ویت نام اور کمبوڈیا میں علویوں کی نو آبادی کی ترقی کی دلچسپ تفصیلات ملتی ہیں۔ ان علویوں کی روایات اپنی مسخ شدہ شکل میں جنوبی ویت نام کے ایک اقلیتی فرقے بنی چس نامی کے مذہبی عقائد و رسوم میں موجودہ زمانے تک محفوظ رہی ہیں۔

بنو امیہ کی حکومت کے خاتمے اور بنو عباس کی سلطنت کی ابتدا کے وقت میں چین میں تھانگ خاندان کا آخری عظیم شہنشاہ شوان زنگ (HSUAN TSUNG) حکمران تھا۔ یہ منگ ہوانگ (MING HUANG) کے لقب سے بھی مشہور ہے۔ اس کے عہد میں چین کی تہذیبی ترقی و ثقافتی ثروت اپنے اوجِ کمال کو پہنچ گئی تھی۔ تھانگ حکمرانوں کے عہد کو چین کے صاحب نظر مورخ بجا طور پر یونان کے عہد اغسطس AUGUSTAN ۸۵۵ کا مماثل قرار دیتے ہیں۔ اس عہد کا نصف اول اسی حکمران کے دور میں تھا۔ اس کا سب سے بڑا تہذیبی کارنامہ ہان لن یو آن نام کی اکادمی کا قیام تھا۔ جس کی وجہ سے چین کی علمی و تحقیقی و تاریخی سرگرمیوں میں مرکزیت آگئی۔ علوم و فنون کو سرکاری سرپرستی میں ترقی کرنے کا موقع ملا۔ انہیں استحکام نصیب ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اکادمی کا قیام ہونا دنیا کے علوم و فنون کی تاریخ میں اتنا ہی اہم ہے جتنا تیسری صدی قبل مسیح کے نصف اول میں اسکندریہ کے میوزیم (کتب خانہ) کا قیام۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ادھر مشرق بعید میں منگ ہوانگ، ہان لن یو آن اکادمی قائم کر رہا تھا۔ ادھر مشرق وسطیٰ میں بنو عباس کا خلیفہ ابو جعفر منصور دار السلام بغداد کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ جسے نصف صدی کے اندر خلیفہ ہارون الرشید اور بالخصوص خلیفہ مامون کے زمانے میں علم و حکمت کا مرکز بننا تھا۔ بغداد کے خلیفہ مامون کے عہد کا بیت الحکمۃ چین کے تھانگ حکمران کی ہان لن یو آن اکادمی کا مدمقابل تھا۔ مشرق میں علم و حکمت کے فروغ کے لئے جو کام اس اکادمی نے کیا۔ وہی کارنامہ مغرب میں بغداد کے بیت الحکمۃ نے سرانجام دیا۔ ان دونوں علمی مرکزوں کے بنیادی مقاصد میں اتنی ہم آہنگی، ان کے کارناموں میں اتنی مماثلت اور ان کے قیام کی تاریخوں میں اتنا زمانی قرب ہے کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ غالباً بیت الحکمۃ کے قیام کا خیال خلیفہ مامون کو چین کے منگ ہوانگ کے تتبع میں سوجھا تھا۔

بہر حال، یہ حقیقت تو ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے کہ بنو عباس کی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی چین اور اسلامی ملکوں کے تہذیبی اور تجارتی روابط قریب سے قریب تر ہو گئے تھے۔ ابو جعفر منصور نے بغداد کو اپنا پایۂ تخت بناتے وقت اس خیال کا برملا اظہار کیا تھا کہ میں اپنے پایۂ تخت کے لئے ایسی جگہ چن رہا ہوں جو دنیا بھر کے تجارتی راستوں کا مرکز ہے اور دریائے دجلہ کے ذریعے خلیج فارس سے ملا ہوا ہے۔ اس کی پیشین گوئی یہ تھی کہ یہ شہر ایک طرف ہند و چین اور دوسری طرف روم و مصر کی تجارت کی منڈی بن جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ خود اس کی اپنی زندگی میں ایسے واقعات پیش آئے جن سے مسلمان مجاہدین کو چین کے حکمرانوں کی مدد کے لیے چین پہنچنا پڑا! ان مسلمان مجاہدوں نے باغیوں کی سرکوبی اور چین کی مرکزی حکومت کے استحکام کیلئے جو کارنامہ سرانجام دیا وہ بہت بڑا ہے۔

مظلوم

مسلمانوں کی عالم اسلام سے

فریاد

اب تک چار ہزار مسلمانوں کی املاک نذر آتش ہو چکی ہیں

تحریر: عبدالرشید

جریدہ "المسلمون" کا نمائندہ خصوصی اپنے ذاتی مشاہدات کی بنا پر اپنی ایک اشاعت میں لکھتا ہے کہ میرے سفر کی ابتداء سری لنکا سے ہوئی جہاں پر فرقہ پرست ہندو تامل لوگوں نے اپنی علیحدہ حکومت کی کوشش کے دوران اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے پوشیدہ کینہ کا بھرپور اظہار کیا۔ مسلمانوں کی اقتصادی ناکہ بندی کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے تجارتی اداروں سے ہاتھ دھونا پڑے جہاں پر کہ وہ ہیرے جواہرات کی تجارت کرتے تھے۔ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ سری لنکا میں مسلمانوں کا بدترین قتل عام دیکھنے میں آیا کیونکہ تامل فرقہ پرستوں نے ایک ہزار مسلمانوں کو موت کی نیند سلا دیا اور چار ہزار مسلمان خاندانوں کی املاک کو سپرد آگ کرنے اور ان کی جائیدادوں پر قبضہ کرنے کے بعد ملک بدر کر دیا۔

برما میں صورت حال اس سے بھی زیادہ پرآشوب ہے مساجد کا جلایا جانا اسلامی کتب کی طباعت پر پابندی مسلمانوں کے اوقاف کی تالہ بندی اسلامی مدارس کی بندش اس کے جرائد کے نشر و اشاعت کی ممانعت اور اذان کی ممانعت ۱۹۸۳ء سے ہے۔ مسلمانوں کے پاسپورٹ برما حکومت کے قبضہ میں ہیں اور انہیں سفر کی اجازت نہیں اور کلیدی اسامیوں پر مسلمانوں کا تقرر نہیں ہو سکتا اور حاجیوں کی جائیداد پر ان کے سفر سے قبل ہی قبضہ کر لیا جاتا ہے اور ان مساجد میں جو کہ برما میں مسمار اور برباد کر دی گئیں۔ مسجد تو پن، مسجد ساندوبیہ اور مسجد اراکان شامل ہیں

اسی طرح مسلمان طلباء کو بلاد اسلامیہ میں اپنی تعلیم کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ اور نصف ملین مسلمانوں کو بنگلا دیش کی حدود کی طرف جانے سے رد کر دیا گیا ہے ان مکروہ کاروائیوں کے نتیجہ میں برما کے بندی خانے بغیر مقدمہ چلائے ہزاروں مسلمانوں سے اٹے پڑے ہیں تھائی لینڈ میں مسلم صوبہ فطانی میں بلغاریہ کا پرآشوب ڈرامہ دہرایا گیا اس صوبہ کے تقریباً ۲ ملین مسلمان برسوں سے ظلم و ستم کا شکار ہیں۔ یہ صوبہ پہلے مارایا کا حصہ تھا اور ۱۸۳۲ء میں تھائی لینڈ نے اسے علیحدہ کر لیا تھا۔ اور ۱۹۰۲ء میں مسلمان سلطان اور ان کے رہنماؤں کو ان کے ملک سے نکال باہر کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں فطانی میں اسلامی جہاد کی ابتداء ہوئی لیکن وہ کامیابی کی منزل کو نہ پہنچ سکا اور ایک لاکھ چالیس ہزار فرزندان اسلام کو قید خانوں میں ٹھونس دیا گیا اور بقایا کو زمینوں پر جبری بیگار کے لئے بھیج دیا گیا آخر کار مسلمانوں کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ مسجدوں کو منہدم کر دیا گیا اور اسلامی زندگی کو پورے طور پر نیست و نابود کر دیا گیا اور بیسیوں مسلمانوں کو میدانوں راستوں اور ان کے اپنے گھروں میں قتل کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی سینکڑوں مسلمانوں کو پیٹرول ڈال کر آگ لگا دی گئی اس طرح مسلم مقتولین کی تعداد ۲۰ ہزار تک پہنچ گئی۔

جنوبی افریقہ میں نصرانی مبلغ اپنے کام میں مصروف ہیں

اس میں دس ہزار مسلمان ۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۵ء کی درمیانی مدت میں قتل ہوئے۔ اور اس قتل عام کی ابتداء اس وقت ہوئی جبکہ مسلمانوں کو اپنے اسلامی نام بدل کر بدھ مذہب کے نام اختیار کرنے کے لئے مجبور کیا گیا اور ہندو راج میں جو کہ اہل کتاب نہیں ہیں سو ہندی مسلم غربت اور کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں اور انہیں کسی قسم کے بھی اجتماعی مجلسی حقوق حاصل نہیں ہیں زبان اردو کو ملیامیٹ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور یہ ہندوستانی مسلمانوں کی زبان ہے اور مسلمانوں کی نسل کشی کی جا رہی ہے اور اگر حکومت کو یہ معلوم ہو جائے کہ کسی مسلمان کی ایک سے زیادہ بیویاں ہیں تو اسے حکومت کی ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں اور وہاں پر مسلمانوں کو اپنے بچوں کے نام تبدیل کرنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے مسلمانوں کو اپنے حق دین حنیف سے منحرف کرنے کے لئے ہر قسم کے جبر و ظلم کے ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں۔

جریدہ "المسلمون" کے نمائندہ خصوصی کا کہنا ہے کہ مجھے اپنے سفر کے دوران جنوبی افریقہ کے دربن کے علاقے میں نصرانی مبلغوں سے واسطہ پڑا۔ کیونکہ اس علاقے میں ۶۳ ہزار ہندی مسلم سکونت پذیر ہیں اور تمام جنوبی افریقہ میں آباد ہندی مسلمانوں کا ۱۳ فیصد ہیں وہاں پر ۳۰ مسجدیں ہیں اور وہاں پر متعدد اجتماعی اور دینی ادارے ہیں اور اس لئے نصرانی مبلغوں نے وہاں کے مسلمانوں میں پروپیگنڈہ کا ایک خاص طریقہ اختیار کیا ہے انہوں نے اپنے مقصد کے لئے مسلمانوں کو ایسے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کیا ہے کہ تین مسلمانوں میں سے ایک وہ ہو جس نے کہ مسیحیت اختیار کر لی ہے۔

نائجیریا میں جہاں پر کہ مساجد کافی زیادہ مقدار میں

برما میں مسلمانوں کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی

ہیں مسیحیت کے پروپیگنڈہ کو بہت ہی منظم اور باریک بین طریقے سے تیار کیا ہے اور سب سے خطرناک اور عجیب صورت حال یہ ہے کہ وہاں پر قرآن شریف تو پڑھتے ہیں لیکن اپنے تئیں کو حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار رکھتے ہیں بعض مسلمان اور ان کے عقیدہ کے مطابق وہ حضرت عیسیٰؑ کو سب انبیاء کرام پر فوقیت دیتے ہیں۔ نصرانی مشنریوں نے شمال کے ۴۰ قصبوں میں مسلمان طلبہ کو عیسائی بنانے کا پروگرام بنایا ہے اور بقول ان کے انجیل میں جو کچھ عیسیٰؑ پر نازل ہوا اس کی تعلیم انہیں دی جا رہی ہے اور گرجا گھروں کی تنظیم کا کہنا ہے کہ اس کے نتائج توقع سے بھی زیادہ امید افزا ہیں شمال میں "ہوسا" قبیلے کے افراد جوق در جوق عیسائی مذہب قبول کر رہے ہیں۔

نائیجیریا میں دس شہروں اور قصبوں میں حال ہی میں عیسائی ہونے والے مسلمانوں نے بڑے زور و شور سے عیسائیت کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے مسیح کے نام پہ دھوپ اور آندھیوں سے پناہ کے لئے خیمے گاڑ دیئے ہیں۔

گھانا میں ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہاں پر المسیح کے نام پر بڑا اجتماع کی تیاریاں ہو رہی ہیں اس کی غرض و غایت حکومت فوج پولیس فرنٹیئر فورس اور جیلوں میں نفوذ کرنا ہے اور عملاً وہاں پر اس مقصد کے لئے مصور انجیل ظلیں اور دیگر ذرائع ابلاغ کی تقسیم شروع ہو چکی ہے۔

جغرافیائی اعتبار سے تمام یورپ میں صرف البانیہ ایک ایسا ملک ہے جس میں مسلم اکثریت ہے یہ جنوبی یورپ میں بحر اسود پر واقع ہے شمال مشرق اور جنوب کی طرف سے یوگوسلاویہ اور یونان سے گھرا ہوا ہے اس کی مساحت گیارہ ہزار کلومیٹر مربع ہے اس کی آبادی تقریباً ۲۵ ملین افراد پر مشتمل ہے۔ اگرچہ وہ مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر کا تعلق البانیہ کی ایسی نسل سے ہے جو کہ جنگی شجاعت کی وجہ سے بہت مشہور ہے اور وہ اپنی جدی قوت اور شجاعت کی وجہ سے مغرب کے افغان کہلاتے ہیں البانیہ میں مسلمان کل آبادی کے ۷۵ فیصد سے بھی زیادہ ہیں اور ان کا مرکز وسطی اور شمالی البانیہ میں ہے اور ۱۹۳۵ء کی رائے شماری کے مطابق ان کا تناسب ۷۰ فیصد تھا باقی آبادی کی اکثریت رومن کیتھولک، عیسائیوں اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے باشندے پر مشتمل ہے البانیہ میں اسلام کا ظہور عثمانی فتوحات کے دوران ۱۵۰۱ء میں ہوا۔ اور اب تک موجود ہے۔ البانیہ خلافت عثمانیہ کی سلطنت کا حصہ تھا لیکن ۱۹۱۲ء میں یہ آزاد ہو گیا اور اسی قطعہ اراضی کا نام البانیہ رکھا گیا۔ لیکن دوسری جنگ عظیم میں پورے چھ سال تک البانیہ مشرق و مغرب کی افواج کا آماجگاہ بنا رہا جنگ عظیم کے ختم ہونے پر انور خوجہ اور اس کے ساتھی کے زیر اثر ۱۹۴۵ء میں البانیہ اشتراکیت کی گود میں چلا گیا اور مالٹا کانفرنس میں اتحادیوں نے اس نظام پر تصدیق کی مہر ثبت کر دی تمام دنیا میں صرف البانیہ ایک ایسا ملک ہے جس کے دستور کی بنیاد خالصتاً دہریت پر رکھی گئی اور اسی ایک نکتہ سے دنیا اندازہ لگا سکتی ہے کہ وہاں کے مسلمان وہاں پر کس قسم کی زندگی گذار رہے ہیں لہٰذا حکومت البانیہ خاص کر دین اسلام کی بہت زیادہ دشمن ہے اور اس دین کی بہت زیادہ مزاحمت کرتی ہے ۱۹۶۷ء میں حکومت نے ایک قانون پاس کیا جس کی رو سے مذہب کا نام لینا یا کسی قسم کے مذہبی فرائض ادا کرنا جرم قرار دیا گیا۔

اس کے بعد جس شخص کو بھی دینی فرائض انجام دیتے ہوئے دیکھا جاتا اسے فوراً گرفتار کر کے تنگ کوٹھڑیوں میں بھیج دیا جاتا یا پھر افواج میں جبری بیگار کے لئے بھیج دیا جاتا مختلف ذرائع سے اعداد و شمار جمع کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آج نوے ہزار باشندے اس قسم کی مصیبتوں سے دوچار ہیں اور جو عالم دین دینی اسالیب کے قیام کی کوشش کرتا ہے اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ اس لئے وہاں پر مسلمان شعائر دین کی ادائیگی انتہائی خفیہ طریقے اور حکومتی ڈر اور خوف کے تحت ادا کرتے ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں مذکورہ بالا قانون کے نفاذ کے بعد حکومت نے یا تو مسجدوں کو بالکل ہی منہدم کر دیا یا سینما اور نمائش گاہوں میں تبدیل کر دیا۔

کئی سال تک عیسائی مشنریوں کا مقابلہ کرنے کے بعد چینی مسلمان عالم اسلام سے پکار پکار کر فریاد کر رہے ہیں وہ عیسائی مبلغوں کے باوجود آج بھی دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند ہیں یہ عیسائی مبلغ اپنے مکروہ عزائم کا علی الاعلان پروپیگنڈہ کر رہے ہیں شمالی چین میں اسلام اور مسیحیت کی بحث کو ختم کرنے کے لئے عیسائیوں کا جو گروہ یہ کام کر رہا ہے وہ اپنے آپ کو جمعیت اخوۃ الایمان کہلاتا ہے اور یہ اپنے پروپیگنڈہ کی ابتداء دعائیہ کلمات سے کرتے ہیں مشرقی ترکستان میں اسلامی افکار و عقائد کی مخالفت کی ذمہ داری انگلستان سے تعلق رکھنے والی مسیحی مشنریوں کے ذمہ ہے اور مشنریوں کی جماعت نے اپنے ہم مذہبوں سے مطالبہ کیا ہے کہ مشرقی ترکستان میں جلد از جلد گرجا گھر تعمیر کئے جائیں اور جتنے زیادہ ہو سکیں عیسائی مبلغ بھیجے جائیں اور مشرقی ترکستان سنکیانگ کے نام سے موسوم ہے یعنی نئی آبادی اور یہ چینی مسلمانوں کا سب سے بڑا علاقہ ہے۔ مساحت اور آبادی کے لحاظ سے کیونکہ وہ وہاں پر مسلمان باشندوں کی آبادی چھ ملین ہے اور تمام چین میں مسلمانوں کی آبادی سرکاری مردم شماری کے مطابق بیس ملین ہے اور وہاں کے مسلمان اپنے دینی عقائد کے مقابلے میں چینی اشتراکی نظریات قبول نہیں کرتے باوجود عقوبات کے مسیحی تبلیغی حملے کم نہیں ہوتے اور ان کا اصرار ہے کہ باہر سے مبلغین کا مشرقی ترکستان بھیجا جانا نہایت ضروری ہے جیسا کہ گذشتہ صدی اور نصف موجودہ صدی کے دوران ہوتا رہا ہے اور اپنی اس کارروائی کے جواز کے لئے چینی حکومت کو انہوں نے یہ کہہ رکھا ہے کہ وہ تو اپنے مسیحی بھائیوں میں دینی تعلیم اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے آتے ہیں لیکن اصل مقصد مشرقی ترکستان کو عیسائی بنانا ہے۔

چین کے مسلمان عام طور پر اور مشرقی ترکستان کے مسلمان خاص طور پر عالم اسلام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اسلامی مبلغ اور قرآن کریم پڑھانے والے علماء ان کے ملک میں بھیجیں اور اسی طرح اسلامی اداروں کو مالی امداد کی بہت زیادہ ضرورت ہے تاکہ عیسائی تبلیغی مشنریوں کے فکری اور عقائدی حملوں سے مؤثر طریقے سے نپٹا جا سکے۔

تھائی لینڈ میں بلغاریہ کا پُرآشوب ڈراما دُہرایا گیا

محمد حسین قریشی

شہر میں قانون نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی

پرامن سرزمین، تجارت کا مرکز، محبتوں کا گہوارہ، ولیوں اور درویشوں کا مرکز، شہر حیدرآباد آج کل دہشت گردوں، چوروں، رہزنوں، قاتلوں اور لٹیروں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے جہاں سرِراہ لوگوں کا قتل، بینکوں پر ڈکیتی، کاروں کی رہزنی، موٹر سائیکلوں کی چوری روزانہ کا معمول بن چکی ہے، حیدر کرار کے نام سے منسوب یہ شہر حیدرآباد، جہاں کبھی نوجوان گلاب کے پھولوں پر مشتمل گلدستے، موتیے کے ہار اور گجرے کے گجرے فروخت کرتے نظر آتے تھے۔ اب اسی شہر میں، پستول، ریوالور، کلاشنکوف، ٹی ٹی، اور ماؤزر جیسے مہلک ہتھیار بردار نوجوان کسی نہ کسی واردات کی تاک میں نکلتے ہوئے نظر آتے ہیں، راتوں کو فائرنگ، دن کو مختلف واقعات کی شدت میں شہر حیدرآباد کو شکستہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ شہر کے چپہ چپہ پر پولیس و رینجرز کے پہرے، قانون نافذ کرنے والے جوانوں کے جابجا گشت اور گلی، محلے، شاہراہوں پر قائم حفاظتی چوکیاں بھی بے گناہوں کی جان سے کھیلنے والوں اور دکاندار حضرات کا مال لوٹنے والوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی جب گولی چلی، عوام تو بعد میں، لیکن عوام کی جان و مال کا تحفظ کرنے والے تنخواہ دار پولیس پہلے راہ فرار اختیار کر جاتی ہے۔ پولیس کے اس بزدلانہ عمل نے شرپسندوں کے حوصلے مزید بلند کر دیے ہیں۔ بے شمار مرتبہ ناکہ بندی کی گئی، گاڑیوں اور گھروں کی تلاشیاں بھی لی گئیں اور سینکڑوں کی تعداد میں گرفتاریاں بھی عمل میں لائی جا چکی ہیں لیکن باوجود اس کے شرپسندانہ کارروائیاں ہنوز جاری و ساری ہیں، شہری یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اب تک جو لوگ گرفتار کیے گئے ہیں۔ اگر وہ شرپسند ہیں تو ان کی گرفتاری کے بعد بھی جاری شرپسندی کون کر رہا ہے؟ بلکہ شہر کے بعض علاقے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ شرپسندوں کے آگے پولیس بے بس اور بے حس ہو کر رہ گئی ہے، جہاں چور، لٹیرے، شرپسند کارروائیوں میں مصروف عمل ہیں، وہاں پولیس اور انتظامیہ [illegible] چھاپے مار کر بے گناہ لوگوں کو گرفتار کر کے اور نام نہاد قسم کے ہتھیار برآمد کر کے معاملے کو ٹھنڈا کر دیتی ہے، وہاں ارباب اختیار ہیں کہ سنی کو ان سنی کر دیتے ہیں اور بیوروکریسی کی جانب سے "سب ٹھیک ہے سر" کا راگ سن کر یہی ارباب اختیار واپس ایئرکنڈیشنڈ آفسوں میں چلے جاتے ہیں۔

سیدنا سخی عبدالوہاب شاہ جیلانی سے عقیدت و محبت رکھنے والے شہر حیدرآباد میں سینکڑوں چوریاں و ڈکیتی، درجنوں قتل اور اغواء کی وارداتوں کے بارے میں شہر کے تاجر، سیاسی سماجی تنظیموں و کونسلرز، مسند اقتدار پر متعین ذمہ داروں کو بذریعہ ٹیلی گرام اور خطوط کی شکل میں اپنی آئینی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی اپیلیں کر رہے ہیں، لیکن بات جھوٹی یقین دہانیوں و روایتی تسلیوں سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ شہریان حیدرآباد کے لئے یہ بات سمجھ سے بالاتر کہ طویل مارشل لاء کے بعد برسر اقتدار آنے والی جمہوریت کی علمبردار حکومت اس طرف سے کیوں چپ لگائے بیٹھی ہے؟ کیا اس میں اتنی قوت نہیں کہ وہ اس قسم کے حالات و واقعات کے بعد بھی اس سازش کا پردہ چاک کرنے سے قاصر نظر آتی ہے۔ ان تمام معاملات میں پولیس کی غفلت، انتظامیہ کی لاپرواہی اور حکومت کی بے بسی نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ آئین کی بالادستی پر یقین نہیں رکھتی، اور وہ قانون کی حکمرانی نافذ کرنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ جس کے بعد عوام یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ جمہوریت کی علمبردار حکومت از خود چاہتی ہے کہ آمریت آئے اور جمہوریت جائے۔

ابھی شہری قتل و غارتگری، ڈکیتی، رہزنی، چوری اور لاقانونیت کی وارداتوں سے چھٹکارا بھی حاصل نہ کر پائے تھے کہ پیر ۱۲ مئی کی شب حیدرآباد کی فضا ایک بار پھر فائرنگ اور دھماکوں کی آوازوں سے لرز اٹھی جبکہ اس سے قبل اسی روز دن کے اوقات میں ۵ افراد شرپسندوں کی کارروائیوں کا نشانہ بن کر موت کی آغوش میں جا چکے تھے اور اس طرح خوفناک فائرنگ شب گئے تک جاری رہی جس کے سبب لوگوں نے راتیں جاگ کر گزاریں، اور دوسرے دن صبح جب کرفیو نافذ ہو چکا تھا، تمام دن بھی آگ اور خون کا یہ کھیل جاری رہا، جو پیر تک گذشتہ ۸ دن سے جاری ہے شہر میں قانون نام کی کوئی چیز دور دور تک نظر نہیں آتی ہے، ہر طرف دہشت گردوں کا راج ہے شہر میں پھلیلی، پریٹ آباد، کھوکھر محلہ، ٹنڈو ولی محمد، ہیرآباد، کالی موری، میمن محلہ اور اسلام آباد دہشت گردوں کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں، جہاں اب کلاشنکوف ٹی ٹی، ماؤزر کے بعد راکٹ لانچروں کا بھی آزادانہ استعمال ہو رہا ہے جس میں گذشتہ ۸ دن میں 50 افراد ہلاک اور ۱۰۰ سے زائد زخمی ہو چکے ہیں، جبکہ دو درجن سے زائد مکان اور دکانوں کو لوٹ کر نذر آتش کیا جا چکا ہے اور قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کی جانب سے کوئی موثر منصوبہ بندی نہ کیے جانے کے سبب اب تک سینکڑوں خاندان اپنا اثاثہ شرپسندوں کی بھینٹ چڑھا کر اپنی عزتوں کو بچا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، ایک جانب دہشت گردی دوسری جانب مسلسل کرفیو اور تیسری جانب انتظامیہ کی ہے۔ اس بے بسی کی وجہ سے شہریان حیدرآباد گذشتہ ۸ دن سے اپنے گھروں میں محصور ہیں اور ان حالات میں سب سے زیادہ پسماندہ خاندان متاثر ہوئے ہیں جو روزانہ اجرت پر کام کرتے ہیں جو مسلسل کرفیو کے سبب روزگار سے محروم ہو چکے ہیں اور اب تو یہ عالم ہے کہ یہ خاندان فاقہ کشی کی زندگی گزار رہے ہیں، دہشت گرد آزادی سے اپنی کارروائیوں میں مصروف ہیں انتظامیہ کچھ سننے کو تیار نہیں اور عوام نے از خود گرفتاریوں کے خوف سے اپنے محلے چھوڑ کر دوسرے محلوں میں عارضی طور پر پناہ لیے ہوئے ہیں اس وقت پورا شہر دہشت گردوں کے رحم و کرم پر ہے، حکومت کی بے بسی، انتظامیہ کی عدم توجہی اور قانون نافذ کرنے والوں کی لاپرواہی، شہر میں عدم تحفظ کی فضاء قدم بہ قدم اضافہ ہی ہو رہا ہے شہریان حیدرآباد ان حالات میں اب تو صرف خدائے بزرگ و برتر سے رحم کی درخواست کر سکتے ہیں کہ اے اللہ ہم سے جو گناہ سرزد ہو گئے ہیں انہیں تو معاف فرما۔

آج کل شہر کی مساجدوں، گلی اور محلوں میں آیت کریمہ اور توبہ استغفار کا سلسلہ جاری ہے جہاں لوگ خدائے بزرگ کے حضور سربسجود ہو کر دعاگو ہیں کہ مولائے کریم ہمیں ان آفات سے نجات دلا

محمد حفیظ چوہدری

منکرین کا ہفتۂ انسدادِ منکرات

[illegible]

[illegible]

[illegible]



نقطۂ نظر

نظامِ مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ

آگر ہم کچھ دیر کیلئے اپنے دل سے اسلام سے متعلق تمام دشمنیاں نکال کر، نظام مصطفےٰ ﷺ سے متعلق تمام عداوتیں اور خود غرضی سے بالاتر ہو کر سوچیں، اپنے ضمیر سے سوال کریں اور دنیا میں رائج نظاموں کا نظام مصطفےٰ ﷺ سے موازنہ کریں تو ایک ہی جواب ملتا ہے کہ نظام مصطفےٰ ﷺ ہی ایک بہترین نظام ہے اور جب یہ بات طے شدہ ہے کہ نظام مصطفےٰ ﷺ ہی ایک بہترین نظام ہے تو سوچنا یہ ہے کہ یہ نافذ کیوں نہیں ہو رہا؟

اس لئے کہ ہم خود نہیں چاہتے کہ نظام مصطفےٰ ﷺ نافذ ہو (سوائے چند سچے مسلمانوں کے) کیونکہ ہم سوچتے ہیں کہ شاید نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے بعد شاید چوری کے جرم میں سب سے پہلے کٹنے والا ہاتھ ہمارا ہی ہو، قتل کے جرم میں شاید سب سے پہلے تلوار سے اڑنے والی گردن ہماری ہی ہو، مساوات کی صورت میں جاگیرداروں کی چودھراہٹ ختم نہ ہو جائے اسلامی نظام کے نفاذ کی صورت میں ہمیں اسلامی تعلیمات کی پیروی کے لئے سختی سے مجبور نہ کیا جائے، اخلاقی بے راہ روی کے اڈے ختم نہ ہو جائیں، ہمارے مغربی آقا ہم سے کہیں ناراض نہ ہو جائیں، جرم کی پاداش میں کہیں ہم سزا کے مستحق نہ ٹھہریں۔ یہ وہ وجوہات ہیں جو ہمیں نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ سے روکتی ہیں۔ ہم زبان سے تو لاکھ الاپتے ہیں کہ نظام مصطفےٰ ﷺ ہی ایک بہترین نظام ہے مگر ہمارا دل ہماری زبان کا ساتھ نہیں دے رہا ہوتا۔ آخر کیوں؟ ہم گفتار کے غازی تو ہیں کردار کے غازی کیوں نہیں؟

○ نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ سے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آسکتا ہے جس میں زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی اصولوں اور اسلامی تعلیمات کی بالادستی ہوگی۔

○ نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ سے ترقی اور سسکتی انسانیت سکھ کا سانس لے سکتی ہے۔

○ انسان اسلامی سانچے میں مکمل طور پر تب ہی ڈھل سکتا ہے جب اسے ایک اسلامی ماحول میسر ہو۔ اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ سے ہی اسلامی ماحول میسر

○ ایک مسلمان کا بنیادی مقصد اُخروی فلاح ہے اور بہتری کے لئے تب ہی زیادہ بہتر طور پر کوشش ہو سکتی ہے جب ایک اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہو اور یہ کام نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے بغیر مشکل ہے۔

○ اگر ہم دنیا میں گناہ کرتے چلے جائیں اور ہمیں گناہوں سے روکنے والی کوئی قوت نہ ہو تو اس کا نتیجہ ہوگا کہ ہم گناہوں کی دلدل میں دھنستے چلے جائیں گے اور ہمارا حال

رئیس احمد عامر

اس پتھر کا سا ہوگا جسے اگر بلندی سے پستی کی طرف لڑھکا دیا جائے تو وہ گہرائی میں چلا جائے گا۔ پستی کی انتہا کو پہنچ جائے اور اگر ہم اس پتھر کو بلندی کی طرف لے جانا چاہیں تو ہمیں کافی قوت صرف کرنا پڑے گی اور اگر پتھر کو بلندی سے پستی کی طرف نہ لڑھکنے دیا جائے بلکہ اس کو وہاں پر ہی مضبوط کر دیا جائے تو زیادہ قوت کی نہیں بلکہ صرف اتنی ہی قوت کی ضرورت ہوگی جو کہ اس کو بلندی پر سہارا دے سکے اسی طرح اگر ایک ایسی قوت ہو جو ہمیں گناہوں سے ہر وقت دور رکھے اور ہمیں ایک

ایسا ماحول مہیا کرے جہاں ہم اسلامی تعلیمات کے مطابق آسانی سے زندگی گزار سکیں تو بآسانی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ برعکس اس کے کہ ایک غیر اسلامی حکومت ہو اور معاشرہ جہاں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا اور اسلامی اصولوں کی پابندی کرنا کافی مشکل ہوگا۔ ایک عام مثال لیجئے کہ رمضان المبارک میں اگر دن کو ہوٹل کھلے ہوئے ہوں اور کھانے پینے کی چیزیں بآسانی دستیاب ہوں تو روزہ رکھنا کافی مشکل ہوگا۔ ان لوگوں کے لئے جن کو اسلامی تعلیمات کا کچھ بھی پاس نہیں ہے۔ اور اگر حکومت پابندی لگا دے کہ رمضان المبارک میں دن کو کوئی ہوٹل نہیں کھل سکتا یا کھانے پینے کی اشیاء فروخت نہیں ہو سکتیں تو عام لوگ مجبوراً روزہ رکھیں گے یا اگر کسی شخص میں بیٹھا اگر روزہ نہ ہو تو لوگ شرم سے کہیں نہ کھائیں۔

اسی طرح اگر نظام مصطفےٰ ﷺ کا نفاذ ہوگا ایک اسلامی حکومت ہوگی جو ہمیں برائی سے روکنے والی ایک قوت ہوگی تو ہم برائیوں اور گناہوں سے بچ جائیں گے اور اگر ہم ترقی چاہتے ہیں تو ہمیں اسلامی اصولوں کو اپنانا ہوگا اور ایک ایسا اسلامی معاشرہ وجود میں آئے گا۔ جہاں ہر طرف زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی بالادستی ہوگی۔

جب ہم نے ایک پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا ہے تو کیوں ہم اس ملک میں نظام مصطفےٰ ﷺ نافذ نہ کریں۔

آئیے! سب مل کر جہد کریں کہ ہم نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے جہاں سے زبان و قلم سے فریضہ انجام دیں گے وہاں ہم نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے جدوجہد کریں گے سوچتے ہیں کہ نفاذ کے لئے تحریک چلنے میں ابھی دنیا میں جینے کے لیے ایک عمر پڑی ہے تو ہم کیوں نہ اس کو نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے یہ کام کریں آئیے آج ہی قربانی سے کام لیں اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے لئے عملی جدوجہد کریں دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے کہ کسی کو خلوص نیت سے راہ حق پر چلنے کی دعوت دی جائے تو وہ دعوت ضرور قبول کی جاتی ہے۔ اگر مخلص مسلمان جدوجہد کریں اور صدق دل اور خلوص نیت سے اپنا پیغام پھیلاتے رہیں تو انشاء اللہ نظام مصطفےٰ ﷺ ضرور نافذ ہو جائے گا۔

"منزل عشق کی آسان نہیں [illegible]
[illegible]"

جب ہم نے پاکستان
اسلام کے نام پر حاصل کیا
ہم کیوں نظامِ مصطفےٰ ﷺ
نافذ نہ کریں

تحریر: خالد پرویز

بھارتی اقتصادیات کو آزمائش کا سامنا ہے

انتہائی پسماندگی کے باوجود بھارت اسلحہ کی برتری کے جنون کا شکار ہے!

بھارت بدحالی کی آماجگاہ بن چکا ہے!

کسی بھی ماہر معاشیات کو اس رائے سے اختلاف نہیں ہو سکتا کہ بھارتی اقتصادیات کو سخت آزمائشوں اور چیلنجوں کا سامنا ہے جو کہ اس صدی کی سب سے بھیانک خشک سالی ہے اس لئے حکمرانوں کو خشک سالی کی وجہ سے پیدا ہونے والی قحط سالی کا مقابلہ کرنے کے لئے جنگی پیمانہ پر کام کرنا پڑا ہے ایک اندازے کے مطابق خشک سالی ریلیف کے عمل کے اختتام تک اس عمل پر دس ارب روپے خرچ ہو جائیں گے۔ گذشتہ دو صدیوں کی دستاویزی تاریخ شاہد ہے کہ جس قسم کی خشک سالی اب ہوئی ہے اس قسم کی صورتحال سے پیدا ہونے والی قحط سالی میں لاکھوں انسان اور دیگر حیوانات قلت غذا کے طفیل خود لقمۂ اجل بن جایا کرتے تھے مہاراشٹر کے مراٹھواڑہ موجودہ آندھرا پردیش کے تیلنگانہ حتیٰ کہ مشرقی پنجاب میں گذشتہ صدی میں جب بھی خشک سالی ہوئی لاکھوں افراد قحط کا شکار ہو گئے پنجاب میں دو قحط تو تھوڑے ہی وقفہ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں پڑے۔ چونکہ موجودہ خشک سالی میں غذا کی عدم فراہمی کے سبب ایک فرد کی بھی موت واقع نہیں ہوئی ہے اس لئے شاید بہت سے لوگ اس کو قحط تسلیم نہ کریں زراعت پر انحصار کرنے والے ملک میں کاشتکاری کے چوپٹ ہو جانے سے کئی سالوں کے لئے اقتصادی نظام کا درہم برہم ہو جانا فطری بات ہے۔ دیگر ممالک کو چھوڑ کر بھارت کے ہی قحط کا اندازہ لگاتے ہیں کہ ۱۹۶۹ء میں جو خشک سالی واقع ہوئی تھی۔ اگرچہ موجودہ خشک سالی کے مقابلہ میں اس کی شدت کم تھی لیکن اس کے بھیانک اثرات و نتائج بھارت کے اقتصادی نظام پر کئی سال تک رہے تھے۔

بھارت کا اقتصادی نظام مستحکم ہے اور اس کا سرٹیفکیٹ لینے کے لئے عالمی بنک یا کسی اور بین الاقوامی ادارہ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہی ادارے ہیں جو کبھی یہ پیشگوئیاں کر چکے تھے کہ بھارت سمیت مشرقی ایشیا کے ممالک کے کروڑوں عوام خشک سالی کی وجہ سے مر جائیں گے۔ ممتاز امریکی ماہر ماحولیات نے خبردار کیا ہے کہ ہر بار مون سون بارشوں کے نہ ہونے اور بتدریج جنگلات ختم ہونے کے باعث بھارت کے صحراؤں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ صحرائی علاقہ اور بنجر زمینوں کو ختم کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ درخت لگائے جائیں اور امریکی ماہر ولن ریلے نے کہا ہے کہ بھارت میں درختوں کے اندھا دھند کاٹنے کی وجہ سے بھارت ایک صحرا میں تبدیل ہو سکتا ہے اس سلسلے میں ان کا جائزہ ہے کہ اس صورتحال سے گجرات، راجستھان اور آندھرا پردیش کے علاقے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔

بھارت کی اقتصادیات پر مون سون کی بارشوں کا ہمیشہ اثر پڑتا ہے لیکن بارش نہ ہونے کی وجہ سے کاشتکاری اور کاشتکاری پر دارومدار رکھنے والے کاروباری حضرات سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ لیکن گذشتہ ۵۰ سال کے دوران آبپاشی والے زیر کاشت رقبہ کو تقریباً چار گنا زیادہ کر دیئے جانے اور بڑے حصہ میں جدید ترین زرعی تکنیکوں کو استعمال کر لینے کی وجہ سے اناج کی پیداوار پر اتنا زیادہ اثر نہیں پڑا ہے۔ جس قدر خشک سالی کی ابتدا میں اندیشہ تھا۔ بھارتی حکمران اناج کی کمی آئندہ فصل میں پوری ہو جانے کی توقع رکھتے ہیں اس لئے بھارت میں سرکاری سطح پر خاص کوششیں بھی کی گئی ہیں۔ اقتصادی نظام میں بنیادی استحکام ہی کے طفیل ترقیاتی پروگراموں پر عمل کا اجراء ممکن ہوا ہے اور ان میں سے ایک بھی پروگرام ذرائع و وسائل کی قلت کی وجہ سے ملتوی نہیں کیا گیا ہے جبکہ عام حالات میں قلت سرمایہ کی وجہ سے یہ رک جاتے اور بیرونی قرضوں میں اضافہ ہو جاتا۔ بھارت کو خشک سالی کے لئے بین الاقوامی امداد کی شکل میں جو ۸۵۰ کروڑ روپے ملے ہیں ان کے علاوہ کسی بھی غیر پیداواری عمل کے لئے قرض نہیں لینا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت اس سال مختلف منصوبوں کے لئے سرمایہ کی فراہمی میں کوئی دقت پیش نہیں آئی جن منصوبوں کے لئے سرمایہ فراہم کیا جا سکا ان میں کئی آبی وشمسی توانائی اسکیمیں، کیمیاوی کارخانے، تیل صاف کرنے کے کارخانے اور مواصلات شامل ہیں۔ چنانچہ بھارت کی درآمد و برآمد دونوں ہی میں اضافہ ہوا ہے لیکن ان دونوں میں قیمتوں کے مطابق جو فرق ہے اس میں توازن کے نقطہ نظر سے اضافہ نہیں ہوا ہے کیونکہ زیادہ تر صنعتی اور دوسرے سامان کی درآمد کی اجازت کے باوجود درآمد میں اس تیزی سے اضافہ نہیں ہوا ہے جتنا کہ برآمد میں ہوا ہے۔ علاوہ ازیں بیرون ملک کام کرنے والی بھارتیوں کی طرف سے بھیجے جانے والے زرمبادلہ میں بھی کمی واقع ہوئی ہے۔ اس لئے زرمبادلہ کی قلت کا مسئلہ بنا ہوا ہے کوئی بھی ملک آج کے ترقیاتی دور میں زرمبادلہ کی قلت سے پوری طرح آزاد نہیں ہو سکتا بھارت کو اس خندق کو پار کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ اس کے علاج کے لئے زیادہ سے زیادہ ایسی اشیاء کی پیداوار میں اضافہ کرنا پڑے گا جن کی بین الاقوامی مارکیٹ میں مانگ ہے۔ اس کے ساتھ ہی درآمد پر انحصار حتی الامکان کم کرنا پڑے گا۔ جبکہ دفاع اور دوسرے شعبوں کی درآمدات کبھی بھی مکمل

ورنہ نہیں کی جا سکتیں۔

بھارت کی اقتصادیات کے مجموعی طور پر اندرونی اور بیرونی دباؤ بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے اقتصادی ترقی کی رفتار کو سست پڑنا لازمی ہے بین الاقوامی کرنسی کی مارکیٹ میں امریکی ڈالر کی قیمت میں گراوٹ آ رہی ہے لیکن مجموعی طور پر بھارتی روپے کی قیمت میں تیسری دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلہ میں کمی آئی ہے۔ بھارتی روپے کی قیمت دیگر ممالک میں بھی کم ہے۔ جس کو بغیر صنعتی ترقی کے بڑھایا نہیں جا سکتا۔ دوسری طرف خشک سالی اور دیگر اندرونی و بیرونی مسائل کے مقابلہ میں حکومت کی مشغولیت کی وجہ سے بھارت کے اندرونی مسائل میں بہت اضافہ ہو گیا ہے بازار میں گرانی بڑھی ہے اور اندازہ ہے کہ افراط زر کی شرح [illegible] فیصد ہو گئی ہے جو بہت زیادہ ہے اس لئے قیمتوں میں بھی لازمی طور پر اضافہ ہوا ہے۔

مندرجہ بالا اسباب اور واقعات پر بحث کئے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو اپنے بجٹوں میں خسارہ کا نظام تیار کرنا پڑا ہے غیر پیداواری مصارف بڑھتے گئے اور روپے کی قیمت میں تیزی سے کمی واقع ہوئی ہے جس کی وجہ سے بازار میں اشیاء کی قیمتوں میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ حکومت راجیو گاندھی کی قیادت میں اشیاء کی قیمتوں پر کنٹرول نہیں کر پائی اور خوردنی اشیاء سے لے کر روزمرہ کے استعمال والی تمام اشیاء کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں قیمتوں میں اس اضافہ سے عام لوگوں خاص طور پر غریبوں کی مشکلات میں اضافہ فطری بات ہے قیمتوں میں تھوڑی مدت میں اتنی تیزی سے اضافہ اس بات کا مظہر

دو تہائی آبادی کیڑے مکوڑوں کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے

ہے کہ بھارتی اقتصادیات خشک سالی جیسے جھٹکے برداشت کرنے کی ابھی صلاحیت نہیں رکھتی آج بھارتی حکمرانوں کی تشویش کا بڑا سبب یہ ہے کہ اس کے پاس غیر ملکی زرمبادلہ کی سخت قلت ہے اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ بھارت تیل درآمد کرنے والا ملک ہے کھاد تیل اور پیٹرولیم کی مصنوعات ہی کی درآمد پر اس کو ۴۰۰ کروڑ روپے کا غیر ملکی زرمبادلہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ دوسری چیز خوردنی تیل ہے جس کی درآمد پر ۱۰۰ کروڑ روپے خرچ کرنے پڑ سکتے ہیں اگر بھارت کو ان دونوں چیزوں کو دیگر خوش قسمت ممالک کی طرح درآمد نہ کرنا پڑے تو غیر ملکی خسارہ ختم ہو سکتا ہے لیکن بھارت غیر ملکی زرمبادلہ انتہائی ضروری قسم کی درآمدات روک کر ہی بچا سکتے ہیں جس کا بھارتی اقتصادیات پر اثر پڑے گا۔ اس کی ترقی رک جائے گی کیونکہ اس کو جدید ٹیکنالوجی اور سامان کی اشد ضرورت ہے۔

بھارت بہت ہی غریب ملک ہے۔ اس کی آبادی میں اضافے کی رفتار اتنی زیادہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں جو آبادی ۳۰ کروڑ تھی اب بڑھ کر ۸۰ کروڑ سے تجاوز کر گئی ہے لیکن وسائل میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں ہوا جس کے نتیجہ میں غربت اور افلاس کو عروج ملا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق بھارت کی دو تہائی آبادی بڑی مشکل سے گزر اوقات کرتی ہے۔ کھانے کو ہوتا ہے تو پہننے کو کچھ نہیں ہوتا۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق بھارت کی چالیس فیصد آبادی انتہائی کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ ریاست بہار کے ۲ء۹ ملین افراد غربت کی زندگی بسر کر رہے ہیں جو بھارت کی کل آبادی کا اکتالیس اعشاریہ چار فیصد ہے جبکہ اتر پردیش دوسرے نمبر پر ہے جہاں کے چار اعشاریہ پانچ فیصد لوگ ایسی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اسی طرح مشرقی پنجاب کی اوسط کم ہے اس کے ۳۷ء۱ ملین افراد غربت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بھارت کے صوبے یوپی کے ضلع مونگیر میں ایک ہندو کاشتکار سکھ بھگت نے اپنی تین لڑکیوں کے سر اس بنا پر کاٹ ڈالے کہ انہیں جہیز میں دینے کے لئے زمین فروخت نہ کرنی پڑے۔ اگرچہ موجودہ صدی کو انسانی تہذیب و ترقی کے عروج کا دور کہا جاتا ہے لیکن بھارت میں آج بھی مردم خوری ہو رہی ہے عجیب بات یہ ہے کہ بھارت کے وحشی قبائل اس مردم خوری میں مبتلا نہیں بلکہ بھارت کے اہم صنعتی شہر کانپور کے ایک ہوٹل میں انسانی گوشت گاہکوں کو پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کے باوجود بھارت کو دو جنون ہیں۔ ایک جدید ہتھیار جمع کرنے کا اور دوسرا جدید ٹیکنالوجی حاصل کرنے کا۔ ان درآمدات پر بھارت بے تحاشہ زرمبادلہ خرچ کر رہا ہے۔ اسلحہ بندی پر بھارت نے خطیر رقم صرف کرنے کا طویل المیعاد پروگرام طے کر رکھا ہے جبکہ غربت دن بدن بڑھ رہی ہے ان کی تفصیلات کو کبھی بھی قوم کے سامنے پیش نہیں کیا گیا حالانکہ بھارتی عوام بنیادی سہولتوں سے نہ صرف محروم ہیں بلکہ ابھی تک چودھویں صدی میں ہی رہ رہے ہیں۔

مردِ مومن

ابوالعظیم سہیل: کورنگی کراچی

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ کے نزدیک فقر، عشق، خودی، معرفت، ایمان و یقین ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں جو شخص یقینِ کامل جیسی دولت سے مالا مال ہو جائے وہی "مردِ مومن" ہے۔ مومن کا عقیدہ ہے کہ اس کا معبود خالقِ کائنات ہے جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ تھکتا ہے نہ ہی اسے اونگھ آتی ہے اور اسے نیند بھی نہیں آتی ہے اسی پاک ہستی نے ہمیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے، عزت و ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے، میری حیات و موت، تندرستی و بیماری اور دولت و غربت اسی کے دستِ قدرت میں ہے، مومن کی زندگی اور موت اس قادرِ مطلق کیلئے ہے، جو صرف انسانوں اور حیوانوں کا ہی نہیں ساری مخلوق کا واحد پالنے والا ہے۔ مردِ مومن اپنے رب سے بے پناہ عقیدت رکھتا ہے اس کی پوری زندگی احکاماتِ الٰہی کے مطابق بسر ہوتی ہے اسکی جدوجہد، خواہ ظلم و بے انصافی کے خلاف ہو یا امن و انصاف کے قیام کیلئے ہو، مقصد صرف اللہ کے دین کی سربلندی ہوتا ہے، علامہ اقبالؒ مومن کے خیالات کی ترجمانی اس طرح کرتے ہیں ؎

میری زندگی کا مقصد، ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مجاہد، میں اسی لئے نمازی

مردِ مومن کا سرمایۂ حیات ایمان اور یقین کامل ہے جس کے پا لینے کے بعد مخلوق خدا انسان کے تابع ہو جاتی ہے اس وقت بندے اور اللہ کی رضا ایک ہو جاتی ہے یہی وہ مقام ہے جب انسان کی آنکھ، اللہ کی آنکھ بن جاتی ہے جس سے وہ دیکھتا ہے، بندے کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ کام کرتا ہے اور مومن کی زبان اللہ کی زبان بن جاتی جس سے وہ بولتا ہے، ان حالات میں بندہ حرص و ہوس اور خواہشات نفسانی سے پاک ہو جاتا ہے اور کوئی تمنا باقی نہیں رہ جاتی وہ باطل قوتوں کے حق میں قہرِ الٰہی بن جاتا ہے اور پھر کامیابی و کامرانی اس کے قدم چومتی ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں،

[illegible]

انجمن طلباء اسلام [illegible] مسلم [illegible] کی [illegible] کرتی ہے

[illegible]

رپورٹ: وقار احمد وقار قلم

[illegible]

کی حیثیت سے انہوں نے کہا کہ اس سال انجمن طلباء اسلام کے سال ۱۹۹۰ء کو انجمن پاکستان میں سال ۱۹۹۰ء منانے کا فیصلہ [illegible] انجمن کے [illegible] پاکستان [illegible] انہوں نے [illegible] انجمن کا ایک ایک [illegible] مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے اپنی جان بھی قربان کر دے گا۔

آخر میں [illegible] حضرت علامہ مقصود احمد صاحب [illegible] نے صبر اور روزے کے باہمی تعلق پر [illegible] انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ روزے سے ضبط نفس کی عادت پیدا ہوتی ہے افطار کے وقت قسم قسم کے [illegible] انسان کے سامنے پڑے ہیں لیکن انسان صبر کرتا ہے اور اسی سے اس کو روحانی خوشی میسر آتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے احتساب کے ساتھ روزے رکھے تو آپ کو صبر کی لازوال دولت حاصل ہوگی۔ ابھی افطاری میں چند [illegible] باقی تھے کہ انجمن کے سپاہی بارگاہ ایزدی میں حضرت علامہ مقصود احمد صاحب کی معیت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے خوشیوں کے اور رحمتوں کے لازوال خزانے سمیٹنے لگے آخر افطاری کا وقت ہوا اذان ہوئی اور ساتھ ہی دعوت افطار کے ساتھ یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔

درس قرآن:

اے پی آئی کے زیر اہتمام ہفتہ وار درس قرآن کے سلسلے میں [illegible] جامع مسجد میں منعقد ہوا جس میں طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ مدرس [illegible] ([illegible]) تھے۔ درس قرآن سورہ بقرہ دوسرا سپارہ کے آخری دو رکوع میں شامل موضوعات پر مشتمل تھا جس میں قوم عمالقہ کی حالت ان کی پستی اور پھر ان کا شاندار ماضی، حال اور پھر مستقبل بتایا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا کہ اس قوم نے آپس میں گروہ بندیاں کرلیں اور فرقوں میں بٹ گئے اور آپس میں لڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور قوم کو ان پر مسلط کیا جو ان پر حاکم بن گئے اور یہ کہ ان سے تابوت سکینہ جس میں پیغمبروں کے برکات تھے چھین لیے۔

حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ
نے محمود غزنوی کو
نصیحت کرتے ہوئے فرمایا
چار باتوں کا ہمیشہ خیال رکھو

خلوت سے پرہیز

نماز باجماعت

سخاوت

اللہ کی مخلوق پر شفقت

جلالِ شاہ درویش کی ٹھوکروں میں

فیروز رضا رتلامی

سلطان محمود غزنوی کی عظیم شخصیت اور اس کی جلالت شان کسی تعارف کی محتاج نہیں رہ گئی۔ [illegible] صدی [illegible] کے لوگوں کو حیرت ہے کہ باوجود عظیم جاہ و جلال کے وہ نہایت سادہ مزاج، نرم دل اور خلیق انسان تھا۔ اس کے اندر اعلیٰ درجہ کے بے پناہ اوصاف موجود تھے۔ حلم، بزرگی، مروت اور نیک نامی جبکہ عیش و عشرت اور ریاکاری سے اسے سخت نفرت تھی۔ دیانت، طباعی، جرأت و شجاعت اور بلند نظری میں کوئی اس کا ثانی نہ تھا۔ ان صفات کے علاوہ قوت ایمان، حصول ثواب کی آرزو، بزرگان دین سے عقیدت، محبت رسول، مہمان نوازی، دستگیری، پروری کی نعمت عظمیٰ سے بھی حق تعالیٰ نے خوب سرفراز فرمایا تھا۔ ۳۸۷ھ سے ۴۲۱ھ تک اس باعظمت بادشاہ نے عظیم فتوحات حاصل کیں اور ماوراء النہر، بخارا، غزنی، پشاور، جلال آباد، درہ خیبر، سمرقند، خراسان، نیشاپور، بلخ اور ہندوستان کے علاقوں پر مکمل تسلط اور اقتدار حاصل کیا۔ اس دوران بھی ہمیشہ بزرگان دین سے فیضیاب ہونے کا شائق رہا۔ اسی عہد سعادت میں خرقان میں ایک آفتاب ولایت چمک رہا تھا جن کا اسم گرامی خواجہ ابوالحسن تھا۔ محمود کے دل میں ان کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ اس سلسلے میں عجیب بات یہ ہے کہ ایک طرف باعظمت و باجبروت بادشاہ اور دوسری طرف ایک بوریہ نشین فقیر۔ آخر کار اسی ملاقات کی کوشش میں محمود کو ایک بوریہ نشین کے [illegible] محمود اپنے [illegible] کی بنا پر جانتا تھا [illegible] لیکن اس کی [illegible] سلطان محمود غزنوی نے خرقان تک سفر کیا اور شمالی حصہ میں خیمہ زن ہوا۔ اس نے اپنے صدر اعظم کو حضرت خواجہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا اور دیدار شوق کا طلبگار ہوا۔ محمود نے اپنے صدر اعظم سے کہا کہ تم اپنی طرف سے یہ کہنا سلطان غزنی یہاں تک صرف اس لئے آیا ہے کہ حضور کے دیدار سے فیضیاب ہو سکے۔ اس لئے اگر حضور شاہی خیمے تک تشریف لے چلیں تو نہایت مناسب ہوگا۔ محمود نے مزید کہا کہ اگر حضور والا یہاں تک آنے کے لئے رضامند نہ ہوں تو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنا دینا۔ اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم۔ صدر اعظم نے نہایت عاجزی کے ساتھ یہ درخواست پیش کی۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے معذور رکھو۔ صدر اعظم نے آیت پڑھی۔ حضرت نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہو کہ میں ابھی اطیعو اللہ و اطیعو الرسول کی منزل میں مستغرق ہوں لہٰذا و اولی الامر منکم کی طرف کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صدر اعظم نے حضرت کا جواب محمود کو سنایا۔ محمود خاموش ہو گیا اور سراپا شوق دیدار بن گیا۔ اس نے ارادہ کیا کہ مجھے خود ہی حاضر ہونا چاہئے تاہم اس نے امتحان کے طور پر اپنا شاہانہ لباس ایاز کو پہنایا اور ایاز کا لباس خود زیب تن کیا اور دس نوجوان لونڈیوں کو مردانہ لباس پہنا کر اپنے ہمراہ لیا۔

جب یہ ارباب امارت شاہانہ عظمت و سطوت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں پہنچے تو السلام علیکم کے ساتھ آغاز کلام ہوا۔ حضرت نے بیٹھے ہی بغیر کسی تعظیم کے جواب میں علیکم السلام فرمایا۔ محمود نے جو ایاز کا لباس زیب تن کر رکھا تھا نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ کہا، آپ نے بادشاہ کی تعظیم نہ کی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ ایک درویش کی محفل ہے۔ یہاں ریاکاری کامیاب نہیں ہو سکتی۔ حضرت نے محمود کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تم میرے قریب بیٹھو۔ محمود نے عرض کیا کہ حضرت کچھ ارشاد فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ پہلے نامحرموں کو اس محفل سے باہر بھیج دو۔ اس کے بعد محمود کے حکم سے تمام لونڈیاں جو مردانہ لباس میں تھیں

باہم کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی پھر محمود نے عرض کیا کہ حضور میری خواہش ہے کہ آپ حضرت بایزید بسطامی کے حالات اور اقوال بیان فرمائیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا بایزید کہتے ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا وہ اپنی بدبختی سے محفوظ ہو گیا۔ محمود نے عرض کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل، ابولہب اور دوسرے بہت سے منکروں نے دیکھا تھا مگر وہ بدبخت کے بدبخت ہی رہ گئے اور اپنی بدبختی سے محفوظ نہ رہ سکے کیا حضرت بایزید بسطامی کا مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہے کہ ان کو دیکھنے ہی سے بدبختی کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بس اسی علم و فضل کی بنا پر کہتے تھے کہ حضرت بایزید بسطامی کے اقوال سنئے۔ ابوجہل وغیرہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سوائے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اجمعین کے حقیقی معنوں میں نہ دیکھا۔ اگر دیکھ لیتے تو بلاشبہ بدبختی زائل ہو جاتی اور اس سے محفوظ ہو جاتے۔ محمود اس جواب کو سن کر اشکبار ہوا اور چند لمحے ہی بعد ہم کلام ہوا۔ حضرت مجھے نصیحت فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا آپ کا ہمیشہ خیال رکھو (۱) ممنوعات سے پرہیز (۲) نماز با جماعت (۳) سخاوت (۴) حق تبارک و تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت۔ محمود نے کہا حضور دعا کا آرزو مند ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ اللّٰھمّ اغفر للمومنین

کیا چاہتے ہو

اشرفیوں کا توڑا

میرے حلق میں اٹک جائے

والمومنات۔ محمود نے عرض کیا حضور خاص میرے واسطے بھی دعا کیجئے۔ حضرت نے فرمایا عاقبت محمود باد۔ اس کے بعد محمود نے ایک توڑا اشرفیوں کا حضرت کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ حضرت نے اس کے جواب میں جو کی روٹی محمود کے سامنے رکھ دی اور فرمایا لے کھاؤ۔ محمود نے ایک نوالہ توڑ کر چبایا لیکن نوالہ خشک تھا حلق سے نیچے اترتا نہ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ شاید نوالہ حلق میں اٹکتا ہے۔ محمود نے کہا جی ہاں۔ حضرت نے فرمایا کیا چاہتے ہو یہ اشرفیوں کا توڑا میری حلق میں اٹک جائے اٹھا لو اسے۔ محمود نے عرض کیا حضرت کچھ تو قبول فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا میرے لئے ان کا قبول کرنا حرام ہے اب زیادہ اصرار کی ضرورت نہیں۔ محمود نے عرض کیا اگر آپ میری نذر قبول نہیں فرماتے تو آپ ہی مجھے کچھ تبرک مرحمت فرمائیے۔ حضرت نے اپنا ایک پیرہن محمود کو عنایت فرمایا یہی وہ پیرہن شریف تھا جس کے صدقے میں محمود کو عظیم کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ جب محمود رخصت ہو کر چلنے لگا تو حضرت اس کی تعظیم کے لئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ محمود نے عرض کیا حضور میں جب خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ نے کوئی خاص توجہ نہ فرمائی تھی۔ اب یہ تعظیم و تکریم کیسی اور کیسی۔ حضرت نے فرمایا کہ محمود جب تم آئے تھے تو شاہانہ جلال تمہاری رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ ایک فقیر کی آزمائش تمہارے سامنے تھی۔ اس لئے فقیر نے تمہارے شاہانہ جلال کو کوئی اہمیت دی نہ دی اور اس وقت تمہارے پاس خاکساری ہے۔ انکسار پسندی ہے۔ خلوص ہے اور شوق حصول ثواب ہے اس لئے میں نے تمہاری تعظیم کو ضروری سمجھا۔ کہاں ہیں اولیائے کرام کی عظمت و دوربینی کے منکر اس سے سبق حاصل کریں کہ اولیاء کرام کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے وہ طاقت عنایت فرمائی ہے کہ وہ ہمارے دلوں کا حال معلوم کر لیں ہماری مکاری اور جعلسازی کو بھانپ لیں۔ خدا ان منکروں کو سمجھنے کی توفیق دے اور ہم کو اولیاء کرام کی عظمت و سطوت کے قائل ہونے پر ثابت قدم رکھے (آمین بجاہ سید المرسلین)

بقیہ : جمہوریت کا جنازہ

اس کے امیدوار کے بجائے اوم پرکاش چوٹالا کے سر ڈال کر اپنا دامن بچانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن آج چوٹالا جو کچھ کر رہے ہیں اس کی ذمہ داری جنتا دل کے ہر لیڈر پر ہے۔ جنتا دل کے اصل معمار ہریانہ کے سابق وزیر اعلیٰ اور موجودہ نائب وزیر اعظم دیوی لال ہیں۔ وی پی سنگھ کو بغیر الیکشن کے جانے سے کام لے کر وزیر اعظم بنوانے کے ذمہ دار دیوی لال اور چوٹالا ہیں۔ وی پی سنگھ کو معلوم تھا کہ چوٹالا پر بدعنوانی کے کتنے الزام ہیں۔ ہریانہ میں کیسی لوٹ کھسوٹ اور دن دہاڑے رشوت خوری چل رہی ہے۔ مگر وی پی سنگھ نے نہ صرف دیوی لال کو نائب وزیر اعظم بنایا بلکہ چوٹالا کو وزیر اعلیٰ بننے کے لئے تخت کے اندر ہریانہ کا وزیر اعلیٰ بنا دیا۔ اب وی پی سنگھ، بھارتی جنتا پارٹی، مدھو دنڈوتے وغیرہ یہ کہہ کر اپنا دامن نہیں بچا سکتے کہ اوم پرکاش چوٹالا تو دیوی لال کا بیٹا ہے ہم اس کے خلاف کیا کر سکتے ہیں۔ اگر کچھ نہیں کر سکتے تو کرسی چھوڑو۔ ملک کو برباد نہ کرو۔ جمہوریت کا خون نہ کرو۔ انتخابات کو مذاق نہ بناؤ۔ ووٹروں کو خون میں نہ نہلاؤ۔ پولیس کو دہشت گرد نہ بناؤ۔

اقتدار کا نشہ بھی کیا چیز ہے کہ چند مہینے میں جمہوریت اور حق و انصاف کی دہائی دینے والے اس کے قاتل بن گئے۔ کشمیر اور پنجاب میں عوام کے حقوق کی بات کرنے والوں نے ۸ مہینے میں عوام پر وہ ظلم توڑے جو کانگریس حکومت نے ۴۰ برس میں نہ توڑے تھے۔ غریبوں کے خون پسینے کی دہائی دینے والوں نے وہ چکر چلایا ہے کہ ۸ مہینے میں مہنگائی نے پچھلے ۴۰ برس کے ریکارڈ توڑ دیئے۔ اور عام آدمی جانتا ہے کہ سرکاری دفتروں میں پولیس میں بدعنوانی اور کرپشن میں کتنے گنے کا اضافہ ہوا ہے۔ دنیا میں ہر جگہ نئی حکومت کم از کم ایک ڈیڑھ سال تک تو ٹھیک طرح کام کرتی ہے اور عوام، اخبارات اور دوسرے شعبوں کی حمایت اسے ملتی رہتی ہے۔ مگر یہ پہلی جمہوری منتخب حکومت ہے کہ جس نے چند مہینے میں ہی اپنی تمام ساکھ کھو دی ہے۔ دفتروں میں کوئی کام نہیں ہوتا تمام اعلیٰ افسروں کی تقرریاں، بی جے پی کے آقاؤں کی مرضی اور حکم سے ہو رہی ہیں۔

بہرحال میہم میں جو کچھ ہوا ہے اس نے گڑھوال کے اس الیکشن کی یاد تازہ کر دی ہے جب ہیم وتی نندن بہوگنا کو الیکشن لڑنے سے روکنے کے لئے اس طرح کے تمام شیطانی ہتھکنڈے آزمائے گئے تھے۔ اس وقت یو پی کے وزیر اعلیٰ وی پی سنگھ تھے۔ جنہوں نے سنجے گاندھی کے کہنے پر بہوگنا کو گڑھوال سے ہروانے کے لئے پولیس اور اسٹیٹ مشینری کا نہایت بے شرمی سے استعمال کیا تھا۔ یہاں تک کہ بہوگنا کی ٹانگ تک توڑ دی گئی تھی۔ بار بار الیکشن ملتوی کرایا گیا تھا۔ آج پھر وہی کہانی دہرائی جا رہی ہے۔ میہم میں جو کچھ ہوا ہے وہ ہندوستانی جمہوریت کے ماتھے پر بدنما ترین داغ ہے۔ یہ داغ صرف دیوی لال اور چوٹالا کے ماتھے پر نہیں لگا بلکہ وی۔ پی سنگھ کے چہرے پر لگا ہے۔ کم از کم دیوی لال اور چوٹالا میں اتنی ایمانداری تو ہے کہ وہ کھلم کھلا اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور کسی اخلاق، ایمانداری و اصول کی بات نہیں کرتے۔ وی پی سنگھ تو دن رات اصولوں کی بات کرتے ہیں، حق و انصاف کی دہائی دیتے ہیں مگر جب عمل کا وقت آتا ہے تو سب سے پہلے اپنے ایمان اور اپنے اصولوں سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں اپنے ہی بیانات اور وعدوں سے صاف مکر جاتے ہیں۔

(بشکریہ ہفت روزہ "نئی دنیا" دہلی)

دُنیا کا سب سے بڑا جاسوس

سفارت خانے کا سارا اسٹاف ایک ساتھ عزت سے پیش آتا

مجید تسلیم

ٹوکیو میں اس اشتراکی گروہ نے جو معلومات حاصل کی تھیں اس کے نتائج دوررس تھے انقلاب کے بعد سے روس کی فوجی پالیسی متوقع جاپانی حملہ کے خلاف دفاع پر مرکوز رہی تھی روسی افواج کو اسی مفروضہ کے پیش نظر تربیت دی گئی تھی سامان حرب اس نوعیت کا بنایا گیا تھا جو سائبیریا کے میدانوں میں زیادہ کار آمد ثابت ہو سکے روس کی سائبیرین فوج کی تعداد ۲۰ لاکھ سے متجاوز تھی اور ۱۹۴۳ء کے آخر تک اس کی تعداد ۳۰ لاکھ تک بڑھ جانا تھی چنانچہ بھاری سامان جنگ سائبیریا کے محاذ پر جمع کیا جا رہا تھا سورگے کی رپورٹ نے روس کا پروگرام بدل ڈالا۔ اس کی خارجہ پالیسی بدل گئی مشرقی محاذ سے مطمئن ہو کر اس نے مغربی محاذ پر مداخلت کی تیاری شروع کر دی روس کے لئے تغیر کس قدر مفید ثابت ہوا دوسری جنگ عظیم کے واقعات سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے چونکہ اگر ۱۹۳۶ء میں روس کی توجہ مشرقی محاذ سے ہٹ کر مغرب کی طرف مبذول نہ ہوتی تو ہٹلر کی فاتحانہ یلغار کو روکنا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔

دوکلیج نے برطانوی، امریکی اور فرانسیسی حلقوں کو اپنے اندازوں سے آگاہ کیا کہ جاپان ان کے متعلق سخت رویہ اختیار کرنے والا ہے چنانچہ ان مغربی سفارتخانوں کے عہدیدار اپنے افسران کو یقین دلا چکے تھے کہ دوکلیج بڑے کام کا آدمی ہے، دوکلیج کے اندازوں کا یہ سلسلہ جاری رہا، سفارتخانوں کے افسر اس سے قریب ہوتے گئے دوران گفتگو غیر محسوس طور پر وہ ایسی باتیں کہہ جاتے جن سے دوکلیج صحیح نتائج اخذ کر لیتا سورگے نے یہی طریق کار جرمن ملٹری اٹاچی کرنل اوٹ پر استعمال کیا کرنل اوٹ اسے نہ صرف اپنا قابل اعتماد دوست بلکہ ایک ذہین اور فاضل صحافی سمجھنے لگا تھا بین الاقوامی موضوعات پر ان کی گفتگو رات گئے تک جاری رہتی، جرمن اور جاپان کے مابین فوجی معاہدے کی بات چیت ہو رہی تھی۔ سورگے کرنل اوٹ کی باتوں سے مفید طلب معلومات اخذ کرتا رہتا۔ جاپانی خفیہ پولیس کو ابھی تک اس بات کا قطعی علم نہیں تھا کہ ٹوکیو میں کوئی اشتراکی جاسوسی گروہ سرگرم عمل ہے اور اس قدر اہم دستاویزات حاصل کر چکا ہے اس گروہ کے ہر ممبر کا پیشہ ورانہ نقاب بے داغ تھا اور وہ بظاہر عام معزز افراد نظر آتے تھے جو اپنے کام میں منہمک تھے لیکن جوں جوں وقت گذرتا جاتا تھا انکی سرگرمیاں تیز تر ہوتی جا رہی تھیں، ایک روز کلاسن نے ایک ایسی حماقت کی کہ وہ گرفتار ہوتے ہوتے بچا اس نے سوچا کہ ریڈیو ٹرانسمیٹر جس پر وہ گذشتہ دو سال سے پیغامات بھجوا تا رہا تھا۔ پرانا ہو گیا ہے اس کی بجائے نیا ریڈیو ٹرانسمیٹر تیار کرنا چاہیئے

اور جب دو ماہ کی محنت کے بعد نیا ٹرانسمیٹر تیار ہو گیا تو اس نے پرانے ریڈیو ٹرانسمیٹر کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کیا اس معاملے میں اس نے دوکلیج کی امداد حاصل کی جاپان میں جھیلوں کی کثرت ہے انہوں نے سوچا کہ پرانے ریڈیو ٹرانسمیٹر کو کسی گہری جھیل میں پھینک دینا چاہیئے، چنانچہ تجویز کے مطابق ایک صبح کلاسن اور دوکلیج ٹوکیو سے باہر سیر سپاٹے کے لیے روانہ ہوئے ان کے پاس دو بڑے بیگ تھے جن میں ریڈیو ٹرانسمیٹر کے علاوہ خورد و نوش کا سامان بھی رکھا ہوا تھا اور جب تین گھنٹے کی مسافت کے بعد جھیل یاماناکا کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ جاپانی خفیہ پولیس کیمپے ٹائی کے دو افسران ان کا تعاقب کر رہے ہیں انہیں یقین تھا کہ پولیس ان کی تلاشی لے گی اس لئے انہوں نے اپنی رفتار تیز کر دی لیکن اس کا الٹا اثر ہوا پولیس آفیسر زیادہ قریب آتے گئے اور آخر انہوں نے کلاسن اور دوکلیج کو آلیا ایک افسر نے تھیلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا بڑا بھاری سامان اٹھا رکھا ہے کہاں کا ارادہ ہے ؟ کلاسن نے جھیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ذرا سیر کرتے ہوئے جھیل کی طرف نکل آئے ہیں خیال تھا کہ تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کریں، لیکن اتنا بھاری سامان اٹھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ پولیس افسر نے سوال کیا۔ اس میں دوپہر کا کھانا ہے، ہم نے ابھی ناشتہ نہیں کیا اور ہم کھانے کے معاملے میں ذرا خوش خوراک واقع ہوئے ہیں کلاسن نے جواب دیا، پولیس افسر نے روکھے لہجے میں کہا ذرا ہم بھی تو دیکھیں ان تھیلوں میں کیا ہے ؟ پولیس کے شکوک بڑھتے جا رہے تھے۔ دوکلیج اب تک خاموش کھڑا تھا اس نے مسکراتے ہوئے کہا اگر آپ حقیقت ہی معلوم کرنا چاہتے ہیں تو سچی بات یہ ہے کہ ان تھیلوں میں زیادہ تر شراب کی بوتلیں ہیں آئیے ایک دو جام ہو جائیں، دوکلیج نے یہ کہتے ہوئے تھیلے کو زمین پر رکھ دیا، پولیس افسر نے کہا نہیں نہیں آپ اپنی تفریح جاری رکھ سکتے ہیں اتنا کہہ کر وہ واپس جانے لگے کلاسن سخت حیران لیکن دوکلیج اپنے ہوش میں تھا، ذہین دوکلیج کو لیکایک یاد آگیا تھا کہ کسی غیر ملکی باشندے کے ساتھ شراب پینا جاپانی پولیس افسروں کے لیے شدید جرم ہے تھوڑی دیر بعد کلاسن اور دوکلیج نے ایک کشتی کرائے پر لی اور جھیل کے وسط میں جا کر ریڈیو سیٹ کو غرق کر دیا

وولکیج نے اس واقعہ کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا لیکن کلاسن نے سارا ماجرا سورگے کو کہہ سنایا، سورگے یہ سب جان کر غصے سے آگ بگولا ہو گیا وہ کلاسن پر برس پڑا کہ ریڈیو سیٹ کو ٹھکانے لگانے سے پہلے اس نے اپنے لیڈر سے مشورہ کیوں نہ کیا جبکہ وہ جانتا تھا کہ جاپانی خفیہ پولیس کسی وقت بھی اس کی تلاشی لے سکتی ہے، سورگے نے کلاسن کو اس قدر ملامت کی کہ وہ کئی دن دل شکستہ رہا۔

جولائی ۳۶ء میں جرمن سفارتخانے کا تھرڈ سیکریٹری اوڈو ہانس مشنر ٹوکیو پہنچا وہ ایک نوجوان ڈپلومیٹ تھا اس کا والد اوٹ مشنر ۱۹۲۰ء سے جرمن سول سروس میں ممتاز عہدوں پر مامور رہا اور اپنے زمانۂ ملازمت میں مستقل اسٹیٹ سیکریٹری اور چانسلری کا افسرِ اعلیٰ تھا اور واسطے سرکاری تقریبات میں میزبان کے فرائض وہی انجام دیتا تھا وہ صدر ایبرٹ اور صدر ہنڈن برگ کے عہد میں بھی انہی عہدوں پر مقرر رہ چکا تھا۔ اوڈو ہانس مشنر نے لکھا ہے کہ "جب میں پہلے پہل سورگے سے ملا تو میں نے اسکے متعلق اپنے تاثرات میں اضطراب سا محسوس کیا میں ٹوکیو میں جن افراد سے ملا تھا ایک نظر میں ہی بھانپ گیا تھا کہ سماجی اور کاروباری لحاظ سے وہ کس مقام کے آدمی ہیں لیکن نیلی آنکھوں والا، بلند قامت رچرڈ سورگے ان سب سے الگ اور مختلف تھا اس کی نگاہوں میں مجھے خوش آمدید کہتے وقت بھی نرمی پیدا نہیں ہوئی تھی وہ ایک خوش باش مگر مبہم سا آدمی معلوم ہوتا تھا اسکی ذہانت عبقریت کی حد تک پہنچی ہوئی تھی وہ ایک ایسے پراسرار فریب کا حامل معلوم ہوتا تھا جس کی تہہ تک جانا ناممکن نظر آتا تھا عورتیں اسکی گہری تیز نگاہوں پر فریفتہ تھیں، محبت میں اسکی کامیابیوں کا کوئی شمار نہ تھا مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ جرمن کالونی میں وہ ایک ناقابلِ فہم معمہ ہے وہ راز و اسرار کے پردوں میں لپٹا رہتا تھا، لباس اور روایات کی مطلق پرواہ نہیں کرتا تھا لیکن اس کے باوجود ایسی سوسائٹی میں جو مجلسی رکھ رکھاؤ اور سماجی اصول و ضوابط کیلئے دنیا بھر میں مشہور تھی حد درجہ ہر دلعزیز تھا۔

سورگے کے لئے ہر دروازہ کھلا تھا جرمن سفارتخانے کا سارا اسٹاف اس کے ساتھ عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتا اس کی ایک وجہ غیر معمولی قابلیت کا جرنلسٹ ہونا بھی تھا مزید برآں اونچے نازی حلقوں میں اس کے دوست موجود تھے اور چونکہ جرمن سفیر خان ڈرکسن اور ملٹری اتاچی کرنل اوٹ اسے عزت کی نظروں سے دیکھتے تھے اسلئے باقی اسٹاف بھی اس کی حرکات برداشت کرنے پر مجبور تھا اوڈو ہانس مشنر لکھتا ہے کہ چنانچہ میں نے بھی حالات کا جائزہ لینے کے بعد اپنے آپ کو اس ماحول میں ڈھال لیا میں نے بارہا دیکھا کہ سورگے سرکاری تقریبات میں مناسب لباس زیب تن کرنے کی بجائے معمولی سوٹ پہن کر آ جاتا تھا جس میں جا بجا شکن پڑے ہوتے تھے لیکن اس پر کسی نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔

اس دوران ٹوکیو میں میری ملاقات دو اور آدمیوں سے ہوئی ان میں سے ایک بھاری بھرکم کلاسن اور دوسرا وولکیج جو یوگوسلاویہ کے نامہ نگار کی حیثیت سے مشہور تھا ان دونوں سے میں جلد ہی دل برداشتہ ہو گیا چونکہ کلاسن اخلاق سے عاری آدمی تھا وہ اعلیٰ سوسائٹی کے معیار پر کسی صورت میں بھی پورا نہیں اترتا تھا جبکہ وولکیج

اونچے نازی حلقوں میں بھی اس کے دوست موجود تھے

کی نشست و برخاست مغربی ممالک کے حلقوں میں تھی وہ جرمنوں سے نفرت کرتا تھا اور اس لئے جرمن بھی اسے پسند نہ کرتے تھے، امریکی برطانوی اور فرانسیسی حلقوں میں اسکی ہر دل عزیزی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کلاسن کی بیوی انا شنگھائی پہنچ چکی تھی اس نے اسے پیغام بھیجا کہ آ کر مجھے لے جاؤ، کلاسن نے سورگے سے شنگھائی جانے کی اجازت مانگی، سورگے نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ماسکو پیغام بھیجا کہ شنگھائی میں کلاسن سے ملنے کے لئے خفیہ قاصد کا انتظام کیا جائے اس نے فلموں کا ایک بنڈل کلاسن کے حوالے کیا اور ضروری ہدایات دینے کے بعد اسے شنگھائی کے سفر پر روانہ کر دیا ٹوکیو سے ریل گاڑی میں سوار ہو کر کلاسن نے بندرگاہ ناگاساکی کی طرف سفر کیا وہ ابھی گاڑی میں بیٹھا ہی تھا کہ عام لباس میں ملبوس جاپانی خفیہ پولیس کم پے ٹائی کا ایک رکن اسکے ساتھ والی سیٹ پر آ بیٹھا تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر کلاسن کی حالت غیر ہونے لگی وہ گھبرا گیا اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے فلم کا مختصر پیکٹ اسے منوں بوجھل محسوس ہو رہا تھا اس نے کھڑکی کے شیشے سے باہر دیکھنے کی کوشش کی لیکن اس میں بھی پولیس کانسٹیبل کے چہرے کے سوا کچھ نظر نہ آیا اتنے میں اس خفیہ پولیس کے کانسٹیبل نے سوالات پوچھنا شروع کر دیئے کہاں سے آئے ہو کہاں جا رہے ہو اس سفر کا مقصد کیا ہے؟

کلاسن نے اپنے لہجہ میں شگفتگی پیدا کرنے کی کوشش کی اپنا نام اور پتہ بتایا اور اپنا کارڈ اسے دکھایا جس پر کلاسن اینڈ کمپنی لکھا ہوا تھا لیکن سوالات کی بوچھاڑ کم نہ ہوئی آپ جاپان میں کب سے مقیم ہیں؟ کیا کاروبار کرتے ہیں؟ ٹوکیو میں آپ کی ملاقات کن لوگوں سے ہے جاپان آنے کا اولین مقصد کیا تھا وغیرہ وغیرہ چنانچہ ان دس منٹوں میں کلاسن کو یقین ہو گیا کہ خفیہ پولیس کے آدمی کو حقیقتِ حال کا پتہ چل چکا ہے اور جب پندرہ منٹ گزر گئے اور سوالات کا سلسلہ ختم نہ ہوا تو اس نے خیال کیا کہ اب میری گرفتاری میں کوئی شبہ نہیں ۲۰ منٹ کے بعد امید کی روشنی پھر لوٹ آئی وہ اپنے خوف و ہراس کو چھپانے کے لئے بشاش رہنے کی کوشش کرتا رہا نصف گھنٹہ گزر گیا کلاسن امید و بیم کی کشمکش میں مبتلا تھا اسے خیال گزرا کہ جاپانی خفیہ پولیس کا آدمی نہ اسے گرفتار کرتا ہے اور نہ جان چھوڑتا ہے کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ اسے دانستہ ڈھیل دے رہا ہے جیسے بلی چوہے کو شکار کرنے سے پہلے کھلاتی ہے پھر خفیہ پولیس کا آدمی یکایک ریل کے ڈبے سے باہر چلا گیا اسی طرح جیسے کہ وہ اچانک ڈبے میں داخل ہوا تھا۔ بحری جہاز میں بھی کلاسن کے اضطراب و تشویش کی وہی حالت رہی اسے یہ ڈر کھائے جا رہا تھا کہ اسے کسی بھی لمحہ گرفتار کیا جا سکتا ہے وہ دورانِ سفر عرشہ جہاز پر ٹہلتا رہا اس نے دل ہی دل میں تہیہ کر لیا کہ جونہی کسی مشکوک آدمی کو اپنی طرف آتا دیکھے گا فلم کا پیکٹ جیب سے نکال کر سمندر میں پھینک دوں گا لیکن خیر گزری کہ اس سے کوئی ہمکلام تک نہ ہوا ورنہ فلم کا پیکٹ منزلِ مقصود کی بجائے سمندر کی تہہ میں پہنچ جاتا اور جب وہ شنگھائی کی بندرگاہ پر اترا تو اس کی بیوی انا اس کے استقبال کے لیے موجود تھی لیکن کلاسن کو انا کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت کہاں تھی اس کے اعصاب پر پولیس کا خوف سوار تھا اس نے ٹیکسی لی اور سیدھا ہوٹل پہنچا

اور ستورا اس طرح نیم بے ہوش ہو کر گر گئی چھ گھنٹوں سے پہلے آنکھ نہ کھولی انا حیران تھی کہ آخر معاملہ کیا ہے بے چاری اپنے خاوند کے پلنگ کے پاس بیٹھی اس کے اٹھنے کا انتظار کرتی رہی۔

تین دن کے بعد کلاسن اپنی بیوی کے ہمراہ ٹوکیو واپس آگیا اس پر ابھی تک جاپانی خفیہ پولیس کا خوف سوار تھا جب اس نے سورگے کو اپنی سرگزشت سنائی تو اس نے کہا کہ آئندہ اطلاع تک ریڈیو سے پیغامات بھیجنے بند کر دو اور اپنے جائز کاروبار میں پہلے سے بھی زیادہ توجہ کا مظاہرہ کرو انا نے گھر کا چارج سنبھال لیا اور مائنن کی طرح ٹھاٹھ سے رہنے لگی وہ اشتراکیت سے حد درجہ نفرت کرتی تھی لیکن اسے کلاسن سے محبت تھی اور اس کی خاطر اس نے اپنے سیاسی جذبات کو کچل ڈالا تھا۔

ان ہی دنوں جب کلاسن سنگھائی گیا ہوا تھا ایک اور ایسا واقعہ پیش آیا جو کئی دنوں تک اس کے لیے درد سر بنا رہا سورگے کے ہاں دو جاپانی ملازم تھے ایک ۲۵ سالہ عورت جو باورچی کا کام کرتی دوسرا ایک نوعمر لڑکا جس کا کام کمروں کی صفائی کرنا اور بازار سے سودا سلف خریدنا تھا ایک دن اس نے دیکھا کہ باورچی خانہ میں ان دونوں میں تلخ کلامی ہو رہی ہے سورگے نے غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ موضوع بحث اس کی ذات ہے اور جب اس نے ان کو ڈرائنگ روم میں بلا کر جھگڑے کی وجہ دریافت کی تو وہ بہانے تراشنے لگے اس پر سورگے نے ذرا سخت رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے تم جیسے ملازموں کی ضرورت نہیں یہ لو اپنی تنخواہ اور راستہ پکڑو۔ سورگے اپنے ملازموں کو معقول تنخواہ دیتا تھا اور ان کو کام بھی زیادہ نہیں کرنا پڑتا تھا جب انہوں نے اس تن آسان قسم کی ملازمت کو ہاتھ سے جاتے دیکھا تو وہ اصل بات کے انکشاف میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔

ملازموں کی گفتگو سے آہستہ آہستہ حقیقت حال سامنے آتی گئی خلاصہ یہ کہ جاپانی خفیہ پولیس کے پے ٹانی کا ایک سراغرساں عام لباس میں ان کے پاس آیا تھا اور ملازموں سے کہا کہ وہ اپنے مالک کی ہر حرکت پر نگاہ رکھیں اور اس کی اطلاع پولیس کو دیتے رہیں۔ سورگے جب اپنے ان دو ملازموں کی کہانی سن چکا تو اس نے زوردار قہقہہ لگایا اور ملازموں سے کہا کہ تمہیں پولیس کے احکامات کی تعمیل کرنا چاہیئے اور میں خود تمہیں اپنے دن بھر کے پروگرام سے مطلع کر دیا کروں گا۔ تم پولیس کو باخبر کر دیا کرنا اور اس کے بعد وہ دن میں جتنی بار گھر سے باہر جاتا اپنے ملازموں کو بتا کر جاتا کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں چنانچہ ملازم اس کی اطلاع ٹیلی فون پر پولیس کو دے دیتے۔ جب پولیس نے دیکھا کہ ان کو دن میں کئی بار سورگے کی نقل و حرکت کی اطلاع ملتی ہے اور ہمیشہ صحیح ہوتی ہے تو ان کے کان کھڑے ہوئے انہوں نے ایک اور سراغرساں کو ملازموں کے پاس بھیجا ملازموں نے اسے بتایا کہ سورگے خود ان کو اپنے پروگرام سے باخبر رکھتا ہے اور اس نے ہدایت کر رکھی ہے کہ اس کی اطلاع پولیس کو بلا تاخیر پہنچا دیا کرو۔ سراغرساں اپنا سا منہ لے کر واپس آگیا اس واقعہ کے بعد وہ

وہ تقریبات میں معمولی لباس زیب تن کر کے شامل ہو جاتا تھا

کے ملازموں سے جاپانی خفیہ پولیس نے کبھی کوئی استفسار نہیں کیا لیکن سورگے نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا چونکہ جاپانی خفیہ پولیس کے آدمی بلا کے ذہین اور نکتہ رس ہیں کہیں ان کے کان میں جاسوسی گروہ کی سرگرمیوں کی بھنک تو نہیں پڑ گئی آخر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے نئر کلاسے کا سے رپورٹیں حاصل کرتا رہے گا لیکن ماسکو ریڈیو پر کوئی پیغام نہیں بھیجے گا۔

جیسا کہ قبل ازیں تحریر کیا جا چکا ہے سورگے کی عادت تھی کہ جب پریشان کن حالات سے دوچار ہوتا تو زندگی کا رخ محبت کی رنگین وادیوں کی سمت پھیر دیتا عورت اس کے لئے دنیا کی محبوب ترین شے تھی وہ ایک تھکے ہارے مسافر کی طرح زندگی کے ہنگاموں سے دور بین الاقوامی سیاسی فضا کی ہاتے ہو سے الگ ہو کر تھوڑی دیر زلف عنبر فشاں کے سایہ میں ستا لینے کا قائل تھا۔ کچھ دن پہلے وو کلیج کی ملاقات ایک جاپانی نژاد امریکن لڑکی سے ہوئی وہ اپنی بھدی بیوی ایڈتھ سے تنگ آیا ہوا تھا اس عورت سے جو اشترا کی ارباب اختیار نے اس کے لیے ایک معزز غلاف کے طور پر منتخب کی تھی لیکن وہ عموماً شام کا وقت شراب خانوں اور ریستورانوں میں بسر کرتا اور گھر اس وقت جاتا جب ایڈتھ سو چکی ہوتی ایک شام وہ رین گولڈ بار میں جام و مینا سے دل بہلا رہا تھا کہ اسے سامنے والے آئینہ میں ایک حسینہ کا عکس دکھائی دیا لڑکی مغربی لباس میں انتہائی خوبصورت معلوم ہو رہی تھی عمر بیس بائیس سال کے درمیان ہو گی، نیم خوابیدہ سی آنکھیں، لب پھول کی پتیوں کی طرح نازک، عارض کا رنگ ایسا جیسے چاندنی اور شفق کو نہایت موزوں انداز میں ملا دیا گیا ہو سیاہ بال شانوں پر بکھرے ہوئے بے داغ تابندہ پیشانی، بڑے بڑے سنہری بُندے ماہتابی چہرے پر بہت بھلے لگ رہے تھے گیبرڈین کے قیمتی سوٹ میں یہ جاپانی ساحرہ حسن کا ایک شاہکار معلوم ہوتی تھی وو کلیج پہلی ہی نظر میں گھائل ہو گیا وہ اٹھ کر اس کے قریب گیا اور بے تکلف انداز میں کہنے لگا کیا پیجئے گا؟ لڑکی خاموش رہی اور پھر مسکرانے لگی۔ میرا نام وو کلیج ہے میں ایک اخبار نویس ہوں آیئے تشریف رکھئے۔ لڑکی وو کلیج کے پاس آ بیٹھی اس کا نام ساموسا کی تھا وہ ایک امیر جاپانی خاندان کی بیٹی تھی جو امریکہ میں آباد ہو کر عیسائی مذہب اختیار کر چکا تھا وہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں بڑی روانی کے ساتھ گفتگو کرتی تھی اور مغربی سوسائٹی کے طور طریقوں سے پوری طرح آگاہ تھی اور ٹوکیو میں پہلی مرتبہ اپنے آبائی وطن کی سیر کے لئے آئی تھی شراب کا دور چلنے لگا دونوں پیتے رہے اور باتیں کرتے رہے اور اس طرح ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہوتے گئے رات کا کھانا بھی اکٹھے کھایا اور آخر وو کلیج ساموسا کی کو اپنے فلیٹ میں لے آیا۔ ساموسا کی دعوتوں اور دوسری تقریبات میں وو کلیج کے ہمراہ جانے لگی ٹوکیو کے سوشل حلقوں میں ہلچل سی مچ گئی وو کلیج کے دوست اس پر رشک کرنے لگے اور ان کی بیویاں دل ہی دل میں کڑھنے لگیں۔ جاپانی خفیہ پولیس کے آدمی جو جاپانی لڑکیوں کا غیر ملکی مردوں سے میل جول پسند

باقی صفحہ ۵۰ پر



دہلی میں زنا بالجبر کے واقعات سے صورت حال سنگین ہو گئی

ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں ان دنوں عورتوں سے جنسی چھیڑ چھاڑ، زنا بالجبر اور اغوا کے واقعات جس تیزی سے بڑھ رہے ہیں اس سے ایسا لگتا ہے کہ یہاں کسی کی بھی عزت و عظمت محفوظ نہیں ہے اور پولیس کے تمام دعووں اور اقدامات کے باوجود گزشتہ سال کے ابتدائی تین مہینوں میں شاید ہی کوئی ایسا دن رہا ہو جس میں اغوا اور زنا بالجبر کے واقعات پولیس اسٹیشنوں میں درج نہ کئے گئے ہوں۔ جنسی مجرموں کے حوصلے اس قدر بلند ہو گئے ہیں کہ ان کا نشانہ دہلی کے قلب میں واقع [illegible] انڈیا گیٹ، نظام الدین، مالویہ نگر اور جامع مسجد وغیرہ کے گنجان آبادی والے علاقے بنتے رہے ہیں۔ [illegible] علاقے میں [illegible] جنسی مجرموں سے تو پہلے بھی محفوظ نہیں ہیں [illegible] جنسی [illegible] کی وجہ سے [illegible] (ڈاکٹر [illegible]) اور [illegible] کیا گیا ہے۔ زنا بالجبر کے بڑھتے ہوئے واقعات نے صورت حال کو سنگین بنا دیا ہے۔

زنا بالجبر کے مسلسل ہونے والے واقعات ایک لمحہ فکریہ ہیں۔ [illegible] اسکولوں، کالجوں اور دوسرے [illegible] اس قسم کے واقعات [illegible]

کا معمول بن چکے ہیں۔ سال ۱۹۹۸ء میں زنا بالجبر کے ۱۳۶ واقعات پولیس میں درج ہوئے ۱۹۹۹ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۱۵۲ ہو گئی۔ ۱۹۹۹ء کے ابتدائی تین مہینوں میں دہلی کے مختلف پولیس اسٹیشنوں پر ۴۳ واقعات درج ہو چکے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زنا بالجبر کے واقعات میں کتنی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ بیشتر واقعات ان علاقوں میں ہوئے جو پہلے کبھی محفوظ سمجھے جاتے تھے۔ [illegible]

[illegible] کامیاب ہو جاتے ہیں۔

پولیس میں جو کیس درج ہوتے ہیں [illegible] معاملات [illegible]

کے اردگرد پیسے ہوتے ہیں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ زنا بالجبر کے بیشتر واقعات پولیس میں درج ہو پاتے ہیں۔ [illegible] بستیوں میں ہونے والے زنا بالجبر کے اکثر واقعات میں کوئی شناسا ہی ہوتا ہے۔ اس لئے سماجی بدنامی کے ڈر سے یہ [illegible] واقعات روشنی میں نہیں آپاتے اور زنا بالجبر کی شکار عورت زندگی بھر گھٹتی رہتی ہے۔

دوسری طرف ایسے معاملات میں پولیس کے رویے سے لے کر عدالتی کارروائی تک ایسے ایسے سوالوں کا جواب دینا پڑتا ہے کہ جس کے تصور سے ہی دوسری عورتوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ زنا بالجبر کی رپورٹ لکھوانے پولیس اسٹیشن جانے والی عورت کو شروع ہی سے احساس ہو جاتا ہے کہ وہ خاموشی اختیار کرنے میں ہی عافیت محسوس کرتی ہے۔ پھر کوئی گارنٹی نہیں کہ مقدمے کا فیصلہ جلد ہو جائے گا اور مجرم کو سزا مل جائے گی۔ عدالتی [illegible] تحقیقات چلتی رہتی ہیں۔ پچھلے سال [illegible] میں بھی پولیس میں درج ہوئی کسی کیس کا بھی فیصلہ نہیں ہوا۔ تاہم کے تمام معاملے التوا میں پڑے ہوئے ہیں۔

دہلی میں ان جرائم کے بڑھتے ہوئے واقعات سے شہریوں اور لوگوں کو گہری تشویش ہے۔ [illegible] لوک سبھا میں بھی [illegible] کے وزیر [illegible] نے قانون کو سخت کرنے کی بات کہی ہے لیکن

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

کا معاملہ نظر آتا ہے اور اس معاملے میں تمام قانونی تدابیر بے کار ثابت ہو رہی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ مرض کی اصل وجہ کی شناخت ہی نہیں ہو پائی ہے۔ آج تمام روایتوں اور قدروں کو پامال کر کے مادی ترقی کی ہوس دوڑ میں مرض کی شناخت کہاں ممکن ہے۔

(شکریہ [illegible])

رنگِ احوال

ایم اے ساجد

انمول موتی

مرسلہ : راشد منہاس اعوان
لیبر کالونی لانڈھی کراچی

دل ایسی چیز ہے جو ہر امیر کے پہلو میں نہیں ہوتا۔
(ڈاکٹر محمد اقبال)

ملازم سے اپنا راز کہنا اسے ملازم سے مالک بنا دیتا ہے
(ارسطو)

مایوسی سب سے بڑی دشمن اور خدا کا عذاب ہے۔ (بقراط)

آدمی کی فطرت ہے وہ اپنی اچھائی سن کر خوش ہوتا ہے۔ (حکیم محمد سعید)

شرم کی کشش حسن سے زیادہ ہوتی ہے۔
(شیکسپیئر)

بے ادب

شہنشاہ جہانگیر لکھتا ہے کہ سلطان نصیر الدین اپنے مزاج کی گرمی دور کرنے کیلئے لبا اوقات پانی میں بیٹھا رہتا تھا ایک دن وہ گہرے حوض میں ڈوبنے لگا چند خادموں نے اسے بچا لیا، جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے ایک خادم کے ہاتھ قطع کرا دیئے اس خادم نے اسے سر کے بالوں سے پکڑ کر باہر نکالا تھا سلطان نے اسے سوئے ادب سمجھا، جب وہ دوسری مرتبہ ڈوبنے لگا تو کسی نے اسے باہر نہیں نکالا، وہ ڈوب کے مر گیا، اس کی موت کے ایک سو دس برس بعد ہم نے اس کی گلی سڑی نعش قبر سے نکلوا کر دریائے نربدا میں پھنکوا دی، پہلے ہم نے اس کی نعش جلانے کا حکم دیا پھر سوچا کہ اس کی ناپاک نعش جلا کر آگ کی لطافت کیوں کم کی جائے۔

مرسلہ: محمد حسن رضا گوندل، اسکول محلہ منڈی بہاؤالدین

علم اور دولت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ علم بہتر چیز ہے یا دولت آپ نے فرمایا علم دولت سے بہتر ہے اسلئے کہ دولت قارون و فرعون کو ملتی ہے اور علم پیغمبروں کو ملتا ہے۔ انسان کو دولت کی حفاظت کرنی پڑتی ہے، مگر علم انسان کی حفاظت کرتا ہے، دولت والے آدمی کے دشمن بہت ہوتے ہیں مگر علم والے آدمی کے دوست بہت ہوتے ہیں، دولت خرچ کرنے سے گھٹتی ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے، دولتمند بخیل اور علم والا سخی ہوتا ہے، دولت کو چور چرا سکتے ہیں علم کو نہیں چرا سکتے، دولت غرور سکھاتی ہے اور علم حلم سکھاتا ہے۔ دولت کی حد ہوتی ہے لیکن علم کی کوئی حد نہیں

مرسلہ: محمد عبدالرشید نورانی

احوال آنگن

رنگِ احوال میں جن بہنوں نے اپنی مختصر تحریریں ارسال کی تھیں ان کے لئے اطلاعاً عرض ہے کہ ان کی تحریریں ہم خواتین کے صفحہ (جو ابھی شروع ہوا ہے) میں لگا رہے ہیں آئندہ سے تمام بہنوں سے درخواست ہے کہ وہ رنگِ احوال کے ساتھ ساتھ خواتین کے صفحہ کے لئے بھی ہر طرح کی گھریلو اور معاشرتی تحریریں ارسال کر سکتی ہیں اسکے علاوہ رنگِ احوال کے ساتھی بھی اگر اپنے صفحہ میں کسی طرح کی تبدیلی کے خواہاں ہوں تو اپنے اپنے مشوروں اور تجویزوں سے جلد از جلد آگاہ کریں تاکہ آپ لوگوں کی رائے کیمطابق عمل کیا جا سکے۔

والسلام

انچارج رنگِ احوال، ہفت روزہ "احوال"

اچھا دوست

تحریر: غفران راشدی سائرہ مینشن، بندر روڈ کراچی

عمران اور حامد دونوں دوست تھے، ایک مرتبہ وہ دونوں شکار کی غرض سے بہت دور نکل گئے وہ کچے راستوں پر چل رہے تھے کہ پیچھے سے ایک جیپ ان کے قریب آئی اور اس میں سے ایک آدمی اترا اور ان کو پکڑنا چاہا حامد جلدی سے ایک طرف بھاگ نکلا لیکن عمران بے چارہ اس کے قابو میں آ گیا اس نے عمران کو گاڑی میں بٹھایا اور دوڑا کر لے گیا جبکہ حامد ایک ٹیلے کے پیچھے چھپا ہوا جیپ کو دیکھتا رہا کہ کس طرف جاتی ہے کافی دیر تک جیپ پہاڑی راستوں میں جھکولے کھاتی ہوئی دوڑتی رہی پھر ایک پہاڑ کے غار کے نزدیک جا کر رکی تو وہی آدمی نکلا اور عمران کو غار میں کھینچ کر لے گیا۔ غار میں بہت سے چور ڈاکو رہتے تھے انہوں نے کچھ دن عمران کو وہاں قید رکھا، پھر عمران سے انہوں نے کام شروع کر دیا وہ دن بھر اس سے محنت مشقت کرواتے اور رات کو غار میں ڈال دیتے اور کھانے کو بھی روکھی سوکھی روٹی دیتے صبح تک اس کی تھکن بھی نہ جاتی اور نیند بھی پوری نہ ہوتی کہ اسے زبردستی اٹھا کر اسی کام محنت مشقت پر لگا دیتے ایک دن جب وہ کام کر کے واپس آیا تو ایک آدمی روٹی لے کر آیا اور عمران کے پاس رکھ دی اور چلا گیا روٹی کھاتے کھاتے عمران کی نظر دروازے پر پڑی تو دروازہ کھلا ہوا تھا تو اس نے سوچا کیوں نہ میں یہاں سے بھاگ نکلوں جیسے ہی عمران دروازے سے نکلا تو ایک آدمی جو غار کے باہر تھا جھٹ سے عمران کو گردن سے پکڑا اور پھر غار میں ڈال دیا اور اسے خوب مارا پیٹا، اب تو عمران کی بہت بری حالت ہو گئی وہ بے چارہ مصیبت میں پھنسا ہوا اپنے امی ابو کو یاد کرتا رہتا تھا، ادھر عمران کے ابو ... حامد کے ساتھ اس علاقے میں عمران کو ڈھونڈنے کے لیے آتے تھے، ایک دن عمران کام کر رہا تھا کہ اسکے پاس کھڑے ہوئے آدمی آپس میں باتیں کر رہے تھے کیوں نہ آج ہم پکنک منانے چلیں، جب یہ بات ختم ہوئی تو ان لوگوں نے عمران کو غار میں ڈال دیا اور خود جیپ میں بیٹھ کر پکنک منانے کے لیے چلے گئے اتفاق سے اس دن حامد اور عمران کے ابو بھی اسی علاقے میں عمران کو ڈھونڈ رہے تھے جونہی جیپ اسٹارٹ ہوئی تو دور سے حامد نے جیپ دیکھ کر عمران کے ابو کو بتایا کہ یہی وہ جیپ ہے جس میں عمران کو اغوا کیا گیا تھا۔ جیپ اسٹارٹ ہوتے ہی وہاں سے چلی گئی اور اسی وقت عمران نے غار کے منہ پر لگے ہوئے مضبوط تختہ کو اندر سے توڑنے کی کوششیں شروع کر دیں کہ اتنے میں حامد اور عمران کے ابو وہاں پہنچ گئے انہوں نے جب کسی چیز کو توڑنے کی آواز سنی تو وہ فوراً اس طرف بھاگے تو دیکھا کہ غار کو ایک بڑے تختہ سے بند کیا ہوا ہے انہوں نے مل کر غار کا تختہ ہٹایا تو عمران اندر سے نکل آیا اور اپنے ابو سے بغلگیر ہو گیا، اسکے ابو نے بتایا کہ ہم یہاں صرف اسکے دوست حامد کی وجہ سے پہنچے ہیں۔ اب تو عمران اور حامد بڑے پکے دوست بن گئے۔

بقیہ : ترنگا جھنڈا

نہ دی گئی

وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے سندھ کے حالات کو کنٹرول کرنے میں سندھ انتظامیہ پر اپنے عدم اطمینان کا اظہار کیا تھا جو سندھ انتظامیہ کی نااہلی پر دلالت کرتا ہے ـــــ پھر اسی انتظامیہ کو آپریشن کلین اپ کا اہم کام سپرد کر دیا گیا جس نے اس آپریشن کلین اپ میں اپنی کھلی نااہلی کا مظاہرہ کیا۔ عوام نے اس کارروائی کو دہشت گردوں کے بجائے اپنے اوپر حملہ تصور کیا کیونکہ اس سے بیشتر حیدرآباد میں ایسے واقعات ہو چکے تھے جب لٹیروں نے پولیس کی وردیاں پہن کر لوگوں کو لوٹا تھا غلط افراد کے بہکانے پر وہ یہی سمجھے کہ شاید پولیس کے بھیس میں ڈاکو آ گئے

حیدرآباد شہر میں یہ افواہیں بھی گرم تھیں کہ بالخصوص سندھی خاندانوں کو شہر سے منتقل کیا جا رہا ہے رینجرز کے ٹرک ان کے سامان بھر بھر کر لے جا رہے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان خاندانوں کی منتقلی کے بعد انسپکٹر جنرل پولیس آغا سعادت علی شاہ نے جو ۲۰ مئی سے حیدرآباد میں مقیم تھے آپریشن کلین اپ کا حکم دیا۔

۲۷ مئی کو کرفیو کا وقفہ ختم ہونے کے بعد آپریشن کلین اپ شروع کیا گیا اس سے پہلے علاقہ کی بجلی اور پانی کی سپلائی بند کر دی گئی۔ ایدھی ویلفیئر سینٹر کے ایک ڈرائیور کے مطابق جب وہ ایک زخمی کو اٹھانے کے لیے آگے بڑھا تو ایک ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا کہ واپس جاؤ یہ لوگ مجرم ہیں اور کسی طبی امداد کے مستحق نہیں ہیں۔ پولیس کا کہنا ہے کہ پہلے اس پر مجمع میں سے گولی چلائی گئی جبکہ مقامی لوگ کہتے ہیں کہ مجمع میں موجود مسلح نوجوانوں نے ہمارے کہنے پر آخر تک گولی نہیں چلائی۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ ناجائز اسلحہ کی بازیابی کے لیے فوج سے پورا پورا تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں۔

دو دن بعد جب لوگ کرفیو کی خلاف ورزی کرتے ہوئے باہر آئے تو پولیس نے ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ وہ پانی اور بجلی کی بحالی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ جیسے ہی فوج نے شہر کا کنٹرول سنبھالا حالات معمول پر آنے لگے پانی اور بجلی کی سپلائی بحال ہو گئی تاہم پولیس کے حلقوں کو فکر ہے کہ فوج کے واپس جاتے ہی اکا دکا پولیس مینوں پر حملہ شروع نہ ہو جائے کیونکہ حیدرآباد کے عوام پولیس سے سخت ناراض ہیں اور مقامی انتظامیہ پر سے ان کا اعتماد اٹھ گیا ہے۔

تادم تحریر کراچی اور حیدرآباد میں دو سو سے زیادہ افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ پولیس کے کانسٹیبل بھی محفوظ نہیں رہے۔ ایک اخبار نویس کو خیرپور میں اور دو کو لاڑکانہ میں گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔ پورے صوبے میں دہشت گردی عروج پر ہے کوئی جگہ اور کوئی شخص ان سے محفوظ نہیں ـــ دہشت گردی کے مرض سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے میجر آپریشن کی سخت ضرورت ہے جس کے تحت تمام ناجائز اسلحہ ضبط کر لیا جائے مگر یہ آپریشن کسی ماہر سرجن کے ذریعہ ہی ہونا چاہیئے اور ماہر سرجن فوج ہے پولیس نہیں۔ لہٰذا آئندہ دہشت گردوں کا آپریشن فوج کے ذریعہ ہی کیا جائے۔

بقیہ : عورت کی سربراہی

تک قرآن میں کوئی ایسی واضح آیت نہ ملے جس کی رو سے یہ کہا جا سکے کہ اقتدار ارضی صرف مردوں کا حق ہے اس وقت تک یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ سربراہی صرف مردوں کے لیے مخصوص ہے۔

اب ہم کم از کم اتنی بات تو انشراح صدر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے عورتوں کو سربراہ ریاست بنانے سے صراحتاً نہیں منع کیا ہے۔ تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اچھا اگر اس سلسلے میں قرآن کا رویہ منفی نہیں ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہوگا کہ قرآن اس معاملے میں اثباتی رویہ رکھتا ہے۔ اور کسی بات کے جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں اصول یہ ہے کہ وہ ہر چیز جائز ہے جس کی ممانعت نہ کی گئی ہو علاوہ ازیں بعض قرائن ایسے ہیں جن کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ عورتوں کی سربراہی کا جواز قرآن سے نکل سکتا ہے۔ مثلاً سورۃ النمل (نمبر ۲۷) کی آیات نمبر ۲۳ تا ۴۴ میں حضرت سلیمانؑ اور ملکۂ سبا کا ذکر ہے جس کے بارے میں حضرت سلیمانؑ کا قاصد انہیں خبر دیتا ہے کہ "میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے جو لوگوں کی ملکہ ہے۔" حضرت سلیمانؑ اس کے پاس اسلام کی دعوت بھیجتے ہیں ملکہ اور اس کے ارکانِ حکومت کے درمیان ایک مکالمہ ہوتا ہے پھر ملکہ انہیں اپنے ساتھ لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں آتی ہے اور وہاں اعلان کرتی ہے۔

"اے میرے رب میں اپنے پر ظلم کرتی رہی اور اب میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ کی مطیع و فرمانبردار ہوتی ہوں۔"

اس کے بعد قرآن یہ نہیں بتاتا کہ ملکہ کے مسلمان ہو جانے کے بعد حضرت سلیمانؑ نے ایک عورت ہونے کے باعث حکومت سے معزول کر دیا ہو کیونکہ ایسا کوئی ذکر نہیں ہے اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ عورت مسلمان ہو جانے کے بعد بھی اپنے ملک کی ملکہ بنی رہی۔ (باقی آئندہ)

بقیہ : دنیا کا سب سے بڑا جاسوس

نہیں کرتے تھے بے بس تھے وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئے ساموساکی جاپانی نژاد تھی لیکن اس کی قومیت امریکن تھی اس لیے ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔

ادھر سورگے کی ملاقات بھی ساموساکی سے ایک دعوت میں ہوئی اور اس نے دل ہی دل میں اس کو حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وو کلیچ ہر روز دو تین گھنٹے فرانسیسی سفارت خانے میں گزارتا تھا چنانچہ ایک دن سورگے وو کلیچ کی عدم موجودگی میں ساموساکی کے پاس گیا اور اسے ٹوکیو کے قابل دید مقامات دکھانے کی پیشکش کی ساموساکی نے اس دعوت کو شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا اور اس کے بعد وہ اکثر ان کے ہاں جانے لگا اور آخر ایک دن وہ اسے اپنے مکان میں لے گیا ساموساکی سورگے کو سمجھ چکی تھی وہ جانتی تھی کہ سورگے کے ساتھ تعلقات بڑھانا خطرے سے خالی نہیں اور عورت کے معاملے میں سورگے اپنے دوستوں کو بھی فریب دینے سے نہیں چوکتا تھا۔ وو کلیچ اور سورگے دونوں ایک ہی پر خطر راستے کے مسافر تھے دونوں کی رفاقت ان کی زندگی کے لیے ضروری تھی ساموساکی کو وو کلیچ سے محبت تھی وہ اس کے معیار پر ہر طرح سے پورا اترتا تھا اور وہ اس کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد پرسکون گھریلو زندگی گزار سکے گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ کبھی دوسرے مردوں سے ملوث ہو جانے کو بھی معیوب نہیں سمجھتی تھی قریباً تین ماہ تک سورگے اور ساموساکی کے تعلقات کا سلسلہ جاری رہا لیکن وو کلیچ اس تمام صورت حال سے بے خبر تھا اور اسے آخر تک علم نہ ہو سکا کہ اس کی محبوبہ ساموساکی سورگے کی محبت کا محور بنی رہ چکی ہے۔

AHWAL Weekly Regd. NO M-476. JUNE 7 to 13 1990.